تذکرہ ابوالوفا

یعنی

شیخ الاسلام فاتح قادیان، امام المناظرین مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری،
مرحوم ومغفور کے حالاتِ زندگی اور آپ کی علمی خدمات پر سیر حاصل اور جامع تبصرہ
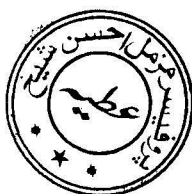
مرتبہ
عبدالرشید عراقی سوہدروی

ناشر
ندوۃ المحدثین اسلام آباد
گوجرانوالہ

سلسلہ ندوۃ المحدثین

۱۸

نام کتاب	تذکرہ ابوالوفا	نام مصنف	عبدالرشید عراقی
صفحات	۱۷۶	طبع اوّل	۱۹۸۴

تعداد ۱۰۰۰

تقسیم بلا قیمت

باہتمام
ضیاء اللہ کھوکھر، ۱۳۔ اسلام آباد گوجرانوالہ

فہرستِ مضامین

گومیں رہا رہینِ ستم ہائے روزگار
لیکن تیرے خیال سے غافل نہیں رہا

شیخ الاسلام کے محبِّ خصوصی

مولانا محمد عطاء اللہ صاحب حنیفؔ بھوجیانی

(ممبر وفاقی مجلس شوریٰ، ممبر اسلامی نظریاتی کونسل)

کے نام

حرفِ اوّل

از

مولانا ابو علی اثری دار المصنفین اعظم گڑھ

مولانا ثناء اللہ اپنی ذات سے ایک انجمن تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بیک وقت بہت سی خوبیاں ان میں جمع کر دی تھیں، وہ مفسر تھے عالم تھے متکلم تھے، صحافی تھے اور فن مناظرہ کے توامام تھے۔ عیسائی، قادیانی، شیعہ، آریہ، بریلوی، اہل بدع سبھی اُن سے مناظرہ کرنے میں گھبراتے تھے۔ انھوں نے اپنی ان تمام گوناگوں حیثیات سے مذہب اہل حدیث کو فائدہ پہنچایا اور اپنے واحد "اہلحدیث" اخبار کے ذریعہ تحریک اہلِ حدیث کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا یہ تحریک اہل حدیث کی بڑی خوش قسمتی تھی کہ اس کو ان جیسا وسیع المعلومات، وسیع النظر اور وسیع المطالعہ عالم اور فعال و سرگرم مبلغ و مناد مل گیا جس نے اپنی تصنیفات، مضامین، اور تحریروں سے تحریک اہلِ حدیث میں ایسی زبردست انرجی اور طاقت بھر دی کہ ہندوستان کے بڑے بڑے مذاہب کے نظامات اس کی ٹکر سے ہل گئے۔ انھوں نے سید صاحب کے خیال کے مطابق رفع یدین، آمین بالجہر، وضع الیدین علی الصدر وغیرہ پر رسالے لکھے، اس کے ساتھ ساتھ قادیانیت اور آریوں کے رد میں بھی کتابیں لکھیں اور ان کے علماء، پنڈتوں اپدیشکوں سے کھلے جلسوں میں مناظرے بھی کئے اور "شیر پنجاب" کا لقب حاصل کیا۔ یہ ان کی ایسی عظیم الشان مذہبی خدمات ہیں کہ اس پر مستقل کتاب لکھی جاسکتی ہے لیکن ان چھوٹے چھوٹے فروعی مسائل پر بھی کتابیں لکھ کر خوب دادِ تحقیق دی ہے اور نہایت قوی دلائل سے ان کی موید حدیثوں کا مرجح ہونا ثابت کیا ہے، یہ بھی ایک بڑی اہم دینی خدمت ہے جو ان سے عمل میں آئی۔ اگر انھوں نے اس کی طرف توجہ نہ کی ہوتی تو بیچارے اردو دان جو اس مسلک پر چلنے کو بڑی سعادت سمجھتے تھے اپنی

تشنگی کہاں جا کر بجھاتے، کوئی تو سرچشمہ ان کے لیے ہونا چاہیئے تھا۔ مقلدین کے لیے تو دیوبند تھا سہارنپور اور مرادآباد بھی تھا اور پھر ان میں سے ایک طبقہ کے لیے بدایون تھا، بریلی تھا، فرنگی محل تھا لیکن سلف کے نقش قدم پر چلنے والوں کا مامن و متکا کہاں تھا یہ کس دیوار سے جا اپنا سر ٹکراتے۔

مولانا ثناء اللہ ان مرفوع، قوی اور مرجح حدیثوں پر عمل کرنے والوں کے لیے درحقیقت آیت من آیات اللہ تھے، ان کی تبلیغ کی بدولت حضورؐ کی کتنی متروک سنتوں پر عمل ہوا اور وہ سنتیں کتنے لوگوں کا مستقل مسلک بن گئیں۔ یہ وہی ہیں جو اپنے کو اہل حدیث، عامل بالحدیث، موحد اور اغیار ان کو غیر مقلد اور وہابی وغیرہ کہتے ہیں۔ یہ برصغیر کے دونوں حصوں میں بحمد اللہ پھیلے ہوئے اور توحید اور کتاب وسنت کا علم بلند کئے ہوئے ہیں۔

حضورؐ نے فرمایا تھا کہ جس نے میری ایک سنت کو زندہ کیا اس نے مجھ کو زندہ کر دیا کتنی سنتیں تھیں جو حنفیت کے غلو اور تقلید کے جوش میں ہندوستان میں متروک تھیں۔ یہاں پر حدیثوں کو حنفیت کے آئینہ میں دیکھا گیا۔ جو حدیثیں امام ابو حنیفہ رحؒ اور ان کے تلامذہ کے اجتہادات کے موافق ملیں ان کو قابل عمل سمجھا گیا اور پھر اصل فتنہ یہ پیدا ہوا کہ ان بزرگوں کے اجتہادات کے ساتھ قرآن وحدیث کے نصوص تک کو موخر کر دیا گیا۔ کسی چیز کے جواز و عدم جواز کا فیصلہ ائمہ احناف کے اجتہادات پر موقوف ہو گیا۔ جس چیز کی انھوں نے توثیق وتائید کی وہ صحیح سمجھی گئی اور جس چیز سے توثیق وتائید ان سے ثابت نہیں ہو سکی وہ پایہ اعتبار سے ساقط قرار دے دی گئی۔ یہ حدیث پر کتنا بڑا ظلم ہے جو جوش تقلید میں ہندوستان میں صدیوں سے روا تھا۔ خدا بھلا کرے خانوادۂ ولی اللہی کے گل سرسبد شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا اور ان کی تصنیفات وتالیفات کو قیامت تک زندہ رکھے کہ انھوں نے عقائد کی تصحیح رسوم کی اصلاح اور بہت سے دینی ومذہبی مفاسد کے ازالہ کے ساتھ مردہ سنتوں کے احیاء کا بھی علم بلند کیا، اس کے بعد حضرت میاں سید نذیر حسین محدث دہلویؒ کی مشعل حدیث کو اپنے انوار رحمت سے روشن رکھے کہ انھوں نے اپنے وسیع حلقۂ درس حدیث اور اپنے کا تلامذہ کے ذریعہ اس کو پورے ہندوستان میں عام کر دیا اور پھر

اللہ تعالیٰ نے مولانا ثناء اللہ امرتسری اور ان کے رفقاء مولانا ابراہیم سیالکوٹی اور شیخ الحدیث مولانا محمد اسمٰعیل السلفی اور تحریک اہل حدیث کے دوسرے تمام اکابر کو اپنی آغوش رحمت میں جگہ دے کہ انھوں نے طعن و تشنیع کی پروا کئے بغیر احیاءِ سنت کے اس عَلَم کو پوری طاقت کے ساتھ بلند رکھا۔

یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے، معاملہ دراصل فروعی مسائل پر عمل درآمد اور لکھنے لکھانے کا نہیں تھا، یہیں تک ہوتا تو کوئی بات نہیں تھی، معاملہ صحیح سنتوں کے ترک کا تھا جو کتابوں میں تو تھیں لیکن ان پر عمل نہیں تھا۔ اگر مولانا ثناء اللہ وغیرہ کا رُخ ان مسائل و مصالح سے ہٹ کر کسی اور طرف ہوجاتا تو کیا عجب تھا کہ لوگوں پر پھر اضمحلال طاری ہوجاتا اور کچھ دنوں کے بعد یہ سنتیں پھر ترک ہوجاتیں۔ سید صاحب کے اخلاص میں کوئی شبہ نہیں لیکن اس نتیجہ سے اغماض بھی تو برتا نہیں جاسکتا تھا۔ بہرحال نفس اسلام سے متعلق بھی ان کی خدمات کچھ کم نہیں ہیں، ان کا کوئی حریف ہی نہیں تھا۔ انھوں نے آریوں سے بڑے معرکے مناظرے کیے اور ہمیشہ کامیابی کا سہرا ان کے سر رہا۔ آریوں سے پیہم مقابلہ و مناظرہ ہی کی وجہ سے وہ "شیر پنجاب" کے پر ہیبت نام سے مشہور ہوگئے تھے اور واحد مناظر اسلام کی حیثیت سے ملک کے ہر حصہ میں جاتے تھے اور آریوں کے اپدیشکوں کا تنہا مقابلہ کرتے تھے اور کامیاب لوٹتے تھے۔

بہرحال جیسی ہمہ گیر شخصیت کے مالک تھے ویسے ہی ان کا فیض بھی عام اور وسیع تھا ان کی کتابِ زندگی کا ہر ورق اس کا شاہد عدل ہے۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ

تعارف

شیخ الاسلام مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری مرحوم و مغفور کی ذات محتاج تعارف نہیں۔ آپ کا شمار برصغیر پاک و ہند کے ممتاز علمائے کرام میں ہوتا تھا۔ آپ کی وفات کو ۳۶ سال ہو رہے ہیں مگر آپ کے تذکرے سے آج بھی طبیعت محظوظ ہوتی ہے اور دلوں میں ایمانی حرارت پیدا ہوتی ہے۔ آپ نے جس دور میں ہوش سنبھالا برصغیر پاک و ہند میں کئی ایک فرقے اسلام کے خلاف نبرد آزما تھے۔ آپ نے ان سب ادیان کے جو اسلام کے خلاف تھے تحریری اور تقریری جہاد کیا اور بقول مولانا سید سلیمان ندوی مرحوم "اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف جس نے بھی زبان کھولی اور قلم اٹھایا، اس کے حملے کو روکنے کے لئے ان کا قلم شمشیر بے نیام ہوتا تھا اور اسی مجاہدانہ خدمت میں انھوں نے عمر بسر کی"۔

مولانا امرتسری مشاہیر علماء میں سے تھے۔ علم و فضل میں، زہد و ورع میں، دیانت و امانت میں، راستبازی و حسن معاملگی میں نمونہ تھے۔ فن تفسیر ہو یا فن حدیث، فن منطق ہو یا فلسفہ، فن ادب ہو یا تاریخ، فن کلام ہو یا فن مناظرہ ہر فن میں امام کی حیثیت سے نظر آتے تھے۔ ذہانت اور خطابت میں اپنی نظیر آپ تھے۔

قادیانیت کی تردید میں آپ کی خدمات بہت نمایاں ہیں اور اس فرقہ باطلہ کے خلاف آپ نے جو تقریری و تحریری جہاد کیا۔ اس کی مثال تاریخ میں نہیں مل سکتی اور مرزا قادیانی سے آخری فیصلہ آپ کی خدمات جلیلہ کا ایک زندہ ثبوت ہے۔

مولانا امرتسری نے برصغیر پاک و ہند کی ملی تحریکات میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے بانیوں میں سے تھے۔ جمعیۃ العلماء ہند، کانگرس، خلافت اور مسلم لیگ سے بھی متعلق رہا۔

جماعت اہل حدیث کے قیام و انصرام اور اس کی ترقی و ترویج میں بھی نمایاں کردار ادا کیا۔

آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کا قیام آپ کی تحریک سے عمل میں آیا اور وفات تک آپ اس کے جنرل سکرٹری رہے۔

تصنیف وتالیف میں بھی آپ بہت سے علمائے کرام سے آگے تھے۔ مخالفینِ اسلام کے خلاف آپ کی کئی ایک تصانیف ہیں۔ تفسیر قرآن میں آپ ایک اعلیٰ مقام کے حامل تھے۔ اردو میں 'تفسیر ثنائی' اور عربی میں 'تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن' آپ کی عمدہ تفاسیر ہیں قادیانیت کی تردید میں آپ نے جتنی کتابیں لکھی ہیں، برصغیر میں کوئی عالم اتنی کتابیں نہیں لکھ سکا ہوگا۔

آپ نے مسلک اہلِ حدیث اور تحریک اہلِ حدیث کے لیے اپنی پوری زندگی وقف رکھی اور توحید وسنت کے پیغام کو دریائے سندھ سے لے کر خلیج بنگال تک پہنچایا۔ آپ نے اپنی پوری زندگی اسلام، پیغمبرِ اسلام اور قرآن وسنت کی حمایت میں بسر کی، جس کسی نے بھی اسلام پیغمبرِ اسلام کے خلاف زبان کھولی۔ آپ سب سے پہلے اس کا جواب دینے کے لیے میدان میں آتے تھے۔ حاضر جوابی میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے اور بقول مدیر اخبار 'ندائے مدینہ':

"اگر پورے دنیائے اسلام کے اکابر علماء کسی ایک مجلس علمی میں جمع ہوں اور بیک وقت عیسائیوں، آریوں، سناتن دھرمیوں، ملحدوں، نیچریوں شیعوں، منکرین حدیث، چکڑالویوں، بریلویوں اور دیوبندیوں سے غرض ہر فرقے سے ایک ایک گھنٹے سے مسلسل نو گھنٹے بحث ومذاکرہ کی نوبت آئے تو عالم اسلام کی طرف سے کون مقابلے پر آئے گا۔ مجھے معلوم نہیں لیکن پاکستان، ہندوستان، برما، سری لنکا، جزائر جاوا سماٹرا کی طرف سے ایک ہستی پیش ہو سکتی اور وہ حضرت مولانا شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری مرحوم مغفور کی ہستی تھی۔ ان کی رحلت کے بعد ہندوستان وپاکستان کی یہ سربلندی شاید باقی نہیں رہی ہے

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا"

ملک عبدالرشید صاحب عراقی جماعت اہل حدیث کے ممتاز اہل قلم ہیں۔ ان کے مضامین جماعتی اخبار و رسائل کے علاوہ ملک کے ممتاز علمی رسائل میں اکثر شائع ہوتے رہتے ہیں۔ تاریخ ان کا خاص موضوع ہے اور تذکرہ علمائے اہل حدیث کے عنوان سے بے شمار علمائے کرام کے تذکرے اخبارات و رسائل میں شائع ہو چکے ہیں 'تذکرہ ابوالوفاء' کے نام سے آپ نے مولانا امرتسری مرحوم و مغفور کے حالات لکھے ہیں۔ اس کتاب میں آپ کی زندگی کے حالات مختصر ہیں لیکن آپ کی علمی خدمات پر سیر حاصل تبصرہ ہے۔

عراقی صاحب نے آپ کی تمام تصانیف کا تعارف پیش کیا ہے اور مولانا امرتسری مرحوم و مغفور نے جن موضوعات پر قلم اٹھایا ہے عراقی صاحب نے ان کو علیحدہ علیحدہ ابواب میں تقسیم کر کے اُن کا تعارف لکھا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ہر کتاب کے طبع اول کا سن اشاعت دیا ہے اور آخر میں ایک باب میں طبع اول کے لحاظ سے سن اشاعت کی تفصیل پیش کی ہے اور یہ آپ کا بہت بڑا علمی کارنامہ ہے۔

'ندوۃ المحدثین' اس سے قبل مولانا امرتسری مرحوم و مغفور کی کئی ایک تصانیف مثلاً 'مقدس رسول، اسلام اور مسیحیت، جواباتِ نصاریٰ' شائع کر چکا ہے۔ وہاں یہ بھی سعادت حاصل کر رہا ہے کہ 'تذکرہ ابوالوفاء' کے نام سے ایک بہترین علمی کتاب شائع کر رہا ہے۔ اس کے بعد انشاء اللہ العزیز مولانا امرتسری کی دو اور بہترین علمی کتابیں 'حق پرکاش' اور 'ترکِ اسلام' بھی شائع کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، جن کی کتابت مکمل ہو چکی ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ عراقی صاحب کو جزائے خیر دے کہ انھوں نے ایک بہترین علمی کتاب تصنیف کی ہے۔ اور ہمیں بھی توفیق دے کہ ہم بھی اسلام کی خدمت سرانجام دیتے رہیں۔ آمین۔

افتتاحیہ

شیخ الاسلام مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری مرحوم و مغفور اعاظم رجال میں سے تھے۔ آپ کا شمار برصغیر کے ممتاز علمائے حدیث میں ہوتا ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے تمام علوم و فنون کے اندر گہری بصیرت، ژرف نگاہی، مومنانہ فراست، معاملہ فہمی، خطابت اور جولانی قلم کی بے پایاں خوبیوں سے نوازا تھا۔

آپ پوری نصف صدی تک ہر اس قوت کے سامنے سینہ سپر رہے۔ جو اسلام، شارع اسلام اور حاملین اسلام پر حملہ آور ہوتی رہیں اور بقول علامہ سید سلیمان ندوی (م ۱۳۷۳ھ) اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف جس نے بھی زبان کھولی اور قلم اٹھایا۔ ان کے حملے کو روکنے کے لیے ان کا قلم شمشیر بے نیام ہوتا تھا[1] اور علامہ سید رشید رضا مصری (م ۱۳۵۴ھ) نے لکھا تھا۔ کہ "مولانا ثناء اللہ برصغیر ہند میں اسلام اور مسلمانوں کے سب سے بڑے وکیل ہیں۔ اور ان کی خدمات ان کے زہد و تقویٰ کو دیکھ کر ایک آدمی کہہ سکتا ہے کہ وہ عام آدمی نہیں۔ بلکہ 'رجل الٰہی' ہیں[2]

اسلام کے دفاع کے سلسلے میں مولانا نے زبان و قلم کا سب سے زیادہ زور

---

[1] معارف مئی ۱۹۴۸ء

[2] مجلہ المنار المجلد الثالث والثلاثون السنۃ ۱۳۵۱ء ص ۶۳۹

عیسائیوں، آریوں اور قادیانیوں کے خلاف صرف کیا۔ اور اس سلسلہ میں آپ کی تحریری و تقریری خدمات تاریخ اسلام کا ایک زریں باب ہیں۔

اس کتاب میں آپ کی ان ہی خدمات کو اُجاگر کیا گیا ہے۔ آپ نے مختلف موضوعات پر ۱۳۰ کتابیں لکھیں۔ جن کا تفصیل سے تعارف پیش کیا گیا ہے۔ صرف چند ایک ایسی تصنیفات ہیں جو دستیاب نہیں ہو سکیں۔ ان کا مختصر تعارف اشتہارات سے لیا گیا ہے ؎

حاصل عمر نثار رے سر یارے کردم
خوشم از زندگی خویش کہ کارے کردم

۲۴ر جمادی الثانی ۱۴۰۳ھ
۹ر اپریل ۱۹۸۳ء

عبدالرشید عراقی
سوہدرہ۔ ضلع گوجرانوالہ

٭٭٭٭٭

مقدمہ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

جوہر قابل ماؤں کی گود میں روز روز پیدا نہیں ہوتے ۔ نابغہ، نادرہ اور یکتائے روزگار شخصیات صدیوں میں جنم لیتی ہیں اور صفحہ ہستی پر علم، عمل اور اخلاص و وفا کے انمٹ نقوش چھوڑ جاتی ہیں ۔ ع

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام

اخلاف کو اسلاف کے کارناموں سے بے خبر رکھنا ان کے کردار کو مسخ کرنے کے مترادف ہے ۔ بزرگوں کی علمی، ادبی، دینی، سیاسی، تدریسی، تصنیفی، تحریری اور تقریری خدمات کو اجاگر نہ کرنا بہت بڑی ناسپاسی اور ناانصافی ہے ۔

اس سلسلہ میں ارباب توحید و سنت پاکستان کا تساہل آئندہ نسلوں کے لیے نہایت مضر ہے البتہ علمائے حدیث ہند کی کاوشیں قابلِ قدر اور لائق صد آفرین و تحسین ہیں ؎

یارانِ تیز گام نے محمل کو جا لیا
ہم محو نالۂ جرس کارواں رہے

شیخ الاسلام مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ جنھیں علامہ رشید رضا مصری (م ۱۳۵۴ھ) نے دینی خدمات کی بنا پر "رجل الٰہی" کہا ہے اپنی ذات میں انجمن تھے ۔ مولانا امرتسری رح کہنے کو فرد واحد ہیں مگر خدمات کے لحاظ

سے اداروں سے بڑھ کر ہیں۔ مفسّر تھے، محدث تھے، مدرس تھے، مناظر تھے مصنف تھے اور بلند پایہ ادیب و صحافی تھے۔ آپ عمر بھر طاغوتی طاقتوں اور آئمۂ مضلین کے سامنے توحید و سنت اور ختم نبوت کے دفاع کے لیے سینہ سپر رہے۔ صلیبی پادریوں، آریہ سماجی پنڈتوں، قادیانی مبلغوں، نیچری بابوؤں اور بدعتی ملاؤں کے خلاف ان کی معرکہ آرائی کی داستانیں تا قیامت کہی اور سنی جائیں گی اور آنے والی نسلیں ان کے تحریری اور تقریری مواد سے خوشہ چینی کرتی رہیں گی۔

کسی ایسے شرر سے پھونک اپنے خرمن دل کو
کہ خورشید قیامت بھی ہو تیرے خوشہ چینوں میں

اس رفوگر نے سینہ چاکان چمن توحید کو متحد کیا اور ۱۹۴۷ء تک اس چمن کی آبیاری خونِ جگر سے کرتے رہے

پھلا پھولا رہے یارب چمن میری امیدوں کا
جگر کا خون دے دے کر یہ بوٹے میں نے پالے ہیں

کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس شیدائی نے ہمیشہ اتباع کتاب و سنت کی دعوت دی۔ قال اللہ و قال الرسول کی صدا بلند کی اور اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول کی تبلیغ کی

ما قصہ سکندر و دارا نخواندہ ایم
از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

مولانا امرتسری رحمۃ اللہ علیہ حاضر جوابی، بذلہ سنجی اور مناظرانہ نکتہ آفرینی میں یکتائے روزگار تھے۔ انھوں نے اپنی شعلہ نوائی سے خرمنِ باطل کو خاکستر بنا ڈالا۔ پورے برصغیر میں وہ ناموس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے پاسباں اور توحید و سنت کے سب سے بڑے نقیب تھے۔

جناب عبدالرشید عراقی متعنا اللہ بطول حیاتہ جماعتی حلقوں میں خاصے متعارف ہیں۔ ترجمان القرآن، البلاغ، محدث، ترجمان الحدیث، الاعتصام،

اہل حدیث، الاسلام اور صحیفہ اہل حدیث ایسے موقر دینی جرائد میں ان کے وقیع مضامین و مقالات کی اشاعت ہوتی رہتی ہے۔ ارباب فکر و نظر نے ان مضامین کو ہمیشہ بنظر استحسان ہی دیکھا ہے۔

موصوف ایک منجھے ہوئے ادیب اور سلجھے ہوئے قلمکار ہیں۔ مطالعہ کا شغف رکھتے ہیں۔ ان کی لائبریری ان کے علمی و ادبی ذوق کا پتہ دیتی ہے۔

فقیر الی اللہ نے ان کی اہم ترین اور اولین تالیف "تذکرہ ابوالوفا" کا مسودہ بالاستیعاب پڑھا ہے۔ یہ تذکرہ عراقی صاحب کی بہترین کاوش ہے اور اس پر وہ شکریہ کے مستحق ہیں۔

مجھ سے کہا گیا ہے کہ میں اس تالیف پر مقدمہ کے طور پر کچھ تحریر کر دوں۔ یہ تو محض ان کے دل کی فیاضی اور ذرہ نوازی ہے۔ وگرنہ ! ؎

صلاح کار کجا و من خراب کجا بیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

عراقی صاحب کی یہ سوانحی کاوش سلف صالحین کے ساتھ ان کی محبت و عقیدت کا منہ بولتا ثبوت ہے ؎

احب الصالحین ولست منہم لعل اللہ یرزقنی صلاحا

یہ تذکرہ جہاں مولانا امرتسری رحمہ کے جرائد و رسائل اور تصنیفات و تالیفات اور مناظرات و مباہلات کا تفصیلی جائزہ ہے وہاں اُن سہل انگار علماء کے لیے ایک تازیانہ بھی ہے جو تصنیف و تالیف کی دوڑ میں اس قدر پیچھے ہیں کہ آگے نکل جانے والوں کو کبھی نہ مل سکیں گے۔

اللہ تعالیٰ مصنف کے علم و عمل، عمر اور رزق میں برکت عطا فرمائے (آمین) ؎

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ او لئیم تُو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کیے؟

طالب غفران

عزیز الرحمٰن یزدانی ایم اے
خطیب جامع مسجد اہلحدیث سوہدرہ
ضلع گوجرانوالہ

۲۱ رجب ۱۴۰۳ھ
۵ مئی ۱۹۸۳ء

باب ۱

سخنِ اوّلیں

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

شیخ الاسلام مولانا ابو الوفاء ثناء اللہ امرتسری مرحوم و مغفور ماضی قریب کی ایک ایسی عظیم اور عبقری شخصیت تھے۔ جن کی نظیر خال خال ہی منصہ شہود پر جلوہ گر ہوتی ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے علوم و فنون کے اندر گہری بصیرت، ژرف نگاہی، حزم و تدبر، مومنانہ فراست، دور اندیشی، معاملہ فہمی، جفاکشی، صبر و حلم، نرم گفتاری، شرف کلامی، زورِ خطابت اور جولانیٔ قلم کی بے پایاں خوبیوں کے ساتھ ساتھ ایک ایسے جوہر بے بہا سے بھی نہایت فیاضی کے ساتھ نوازا تھا جو آپ کو آپ کے تمام ہمعصروں سے ممتاز کرتا تھا۔ اور یہ جوہر تھا، شریعت مطہرہ کے حفظ و دفاع کے لیے اہلِ باطل کے پُر فریب دلائل، دجل آمیز تعریفات، اور جھوٹے و غلط دعاوی کا ابطال و استیصال۔

آپ کی پیدائش جون ۱۲۸۷ھ / ۱۸۶۸ء امرتسر کی ہے۔ آپ کے آبا و اجداد ریاست کشمیر سے ہجرت کر کے امرتسر میں آباد ہو گئے تھے۔ مولانا ثناء اللہ سات سال کے تھے کہ سایہ پدری سے محروم ہو گئے۔ آپ کے آبائی خاندان کا پیشہ رفوگری تھا۔ اس لیے آپ نے اپنا آبائی پیشہ اختیار کیا۔ اسی سال ایک عالم نے آپ سے اپنا گرم جُبّہ رفو کرایا تو وہ بزرگ آپ کی گفتگو سے بہت متاثر ہوئے۔ آپ سے فرمایا، کہ کہیں پڑھتے ہو۔ آپ نے نفی میں جواب دیا۔ تو بزرگ عالم نے آپ کو

پڑھنے کی ترغیب دی۔ چنانچہ آپ نے رفوگری کے ساتھ ساتھ تعلیم کا سلسلہ بھی شروع کر دیا۔ گویا ع

ہے مشقِ سخن جاری اور چکی کی مشقت بھی

تحصیلِ تعلیم

مولانا ثناء اللہ نے ۱۴ سال کی عمر میں اپنی تعلیم کا آغاز کیا اور مدرسہ تائید الاسلام امرتسر میں داخل ہو گئے۔ اس مدرسہ کے بانی و صدر مدرس مولانا احمد اللہ رئیس امرتسر (م ۱۳۳۶ھ) تھے۔ مولانا نے ابتدائی تعلیم مولانا احمد اللہ سے حاصل کی۔ بعد ازاں تحصیل حدیث کے لیے استاد پنجاب مولانا حافظ عبدالمنان صاحب محدث وزیر آبادی (م ۱۳۳۴ھ) کی خدمت میں پہنچے۔ اور آپ سے کتب درسیہ پڑھ کر سند حاصل کی۔

۱۳۰۷ھ/۱۸۸۹ء میں آپ وزیر آباد سے فارغ ہو کر حضرت شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی (م ۱۳۲۰ھ) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور استاد پنجاب کی سند دکھا کر اجازت تدریس حاصل کی۔ دہلی سے فراغت کے بعد آپ دیوبند تشریف لے گئے۔ اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن اسیر مالٹا (م ۱۳۳۹ھ) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے کتب درسیہ معقول و منقول پڑھیں۔

دیوبند سے فراغت کے بعد آپ نے مدرسہ فیض عام کانپور میں داخلہ لیا جہاں اُن دنوں مولانا احمد حسن مرحوم صدر مدرس تھے۔ منطق میں ان کا بہت شہرہ تھا۔ ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء میں آپ نے مدرسہ کانپور سے تکمیل تعلیم کی۔ مولانا امرتسری اپنی تعلیم کے بارے میں لکھتے ہیں:

"دیوبند سے مدرسہ فیض عام کانپور گیا۔ کیونکہ ان دنوں مولانا احمد حسن مرحوم کے منطقی درس کا شہرہ بہت زیادہ تھا اور مجھے بھی علوم معقول اور منقول سے خاص شغف تھا۔ اس لیے میں مدرسہ فیضِ عام کانپور

میں جا کر داخل ہو گیا۔ کچھ شک نہیں مولانا مرحوم کا تبحر علمی واقعی قابل تعریف تھا۔ وہاں جا کر میں کتب مقررہ میں شریک ہوا۔ اور قند مکرر کا لطف پایا۔ مولانا احمد حسن مرحوم تھے تو بریلوی عقیدہ کے مگر طلباء کے حق میں کوئی تقلید پسند نہ کرتے تھے۔ انہی دنوں مولانا مرحوم کو حدیث پڑھانے کا تازہ تازہ شوق ہوا تھا۔ میں ان کے درس حدیث میں شامل ہوا۔ وہاں کی تعلیم حدیث تیسری قسم کی پائی۔ غرض علم حدیث میں میں نے تین مختلف درس گاہوں سے فائدہ اٹھایا خالص اہل حدیث۔ خالص حنفی، بریلوی عقیدہ۔ پنجاب میں مولانا حافظ عبد المنان مرحوم (اہلحدیث مشرب) میرے شیخ الحدیث تھے دیوبند میں مولانا محمود الحسن صاحب اور کانپور میں مولانا احمد حسن (رحمہم اللہ اجمعین) استاد العلوم والحدیث میرے شیخ الحدیث تھے اس لیے میں نے حدیث کے تینوں استادوں سے طرز تعلیم سیکھا۔ وہ بالکل ایک دوسرے سے مختلف ہے۔[1]

۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء میں آپ مدرسہ کانپور سے فارغ ہوئے:۔

اسی سال یعنی ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء میں مولانا شبلی نعمانی (م ۱۳۳۲ھ) کی تحریک پر ندوۃ العلماء کے قیام کے سلسلہ میں مولانا لطف اللہ علی گڑھی (م ۱۳۳۵ھ) کی صدارت میں جو جلسہ ہوا تھا۔ اور ندوۃ العلماء کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ اس میں مولانا ثناء اللہ مرحوم ایک بنیادی رکن کی حیثیت سے شامل ہوئے تھے۔ بقول علامہ سید سلیمان ندوی (م ۱۳۷۳ھ) سب سے کم عمر رکن تھے۔[2]

---

[1] اہلحدیث امرتسر ۲۳ جنوری ۱۹۴۲ء انوار توحید ص ۱۴

[2] حیات شبلی ص ۳۰۳

طبی تعلیم

درس نظامیہ کی تعلیم کی تحصیل کے بعد فن طب میں بھی تعلیم حاصل کی۔ اور اس میں خاصی مہارت حاصل کی تھی۔ طب میں آپ کے استاد حکیم فضل اللہ کانپوری تھے۔ مگر آپ نے اسے بحیثیت پیشہ اختیار نہیں کیا۔ [1]

فراغت کے بعد

تحصیل تعلیم کے بعد آپ امرتسر پہنچے۔ اور تدریس کا شغل اختیار کیا جس مدرسہ تائیدالاسلام میں آپ نے حصول تعلیم کا آغاز کیا تھا۔ اسی مدرسہ میں آپ کے استاد اوّل مولانا احمداللہ امرتسری (م ۱۳۳۶ھ) نے آپ کا تقرر بحیثیت صدر مدرس کر دیا۔ اور آپ کے ذمہ الجامع الصحیح البخاری کا سبق رکھا گیا۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مولانا امرتسری دور طالب علمی ہی میں علمی لیاقت کے کس مقام بلند تک رسائی حاصل کر چکے تھے۔ اور آپ کے اساتذہ کی نگاہ میں آپ کی کتنی قدر و منزلت تھی۔

مدرسہ تائید اسلام میں آپ ۶ سال تک پڑھاتے رہے۔ ۱۸۹۸ء میں مدرسہ تائیدالاسلام سے علیحدہ ہو کر مدرسہ اسلامیہ مالیر کوٹلہ میں بحیثیت صدر مدرس چلے گئے اور اس مدرسہ میں ۱۹۰۰ء تک تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے [2]

مولوی فاضل

۱۹۰۰ء میں آپ نے مدرسہ اسلامیہ مالیر کوٹلہ سے علیحدگی اختیار کی اور واپس امرتسر پہنچے اور تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کیا۔ ۱۹۰۲ء میں آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان امتیازی نمبروں میں پاس کیا [3]

---

[1] اہلحدیث امرتسر ۲۳ اکتوبر ۱۹۴۲ء [2] اہلحدیث امرتسر ۹ اکتوبر ۱۹۳۶ء [3] نور توحید ص ۴۴

باب ۲

تبلیغ اسلام اور اس کا حفظ و دفاع

مولانا ثناء اللہ مرحوم آغاز عمر ہی سے مختلف مذاہب اور مکاتب فکر کے عقائد و خیالات کی تحقیق و ریسرچ کا عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ اس لیے آپ نے تدریسی و تصنیفی مصروفیات کے باوجود اہل باطل کی تردید و بیخ کنی کا بیڑہ اٹھایا۔ چنانچہ آپ اپنے اس مشن میں پوری طرح کامیاب و کامران ہوئے آپ نے جس فضا میں آنکھ کھولی تھی۔ اس میں اسلام کے تین دشمن اپنی پوری قوت کے ساتھ اسلام پر حملہ آور نظر آرہے تھے۔

۱۔ آریہ جو ماضی قریب کی پیداوار تھے اور سرزمین ہند سے اسلام کا نام و نشان مٹا دینے کا عزم رکھتے تھے۔

۲۔ عیسائی جنھوں نے ۱۸۵۷ء میں مکمل سیاسی غلبہ حاصل کر لینے کے بعد اسلامی افکار و عقائد اور تمدن و ثقافت کے خلاف انتہائی جارحانہ رویہ اختیار کر رکھا تھا۔ ان کے پادری برصغیر میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک دندناتے پھرتے تھے اور ان کی تحریری و تقریری جارحیت سے مسلم قوم بلبلا رہی تھی۔

۳۔ قادیانی جو سامراج کا خود کاشتہ پودا تھے اور جن کے سربراہ اکبر مرزا غلام احمد قادیانی کے تازہ بتازہ دعوئے مسیحیت سے اسلامی حلقوں میں ہلچل مچی ہوئی تھی۔

ان تینوں طبقوں کے علاوہ شیعہ، بدعتی اور اسلام سے نسبت رکھنے والے اور کئی متعدد فرقے تھے جنھوں نے اسلام کے دفاعی مورچے میں خانہ جنگی کی کیفیت

برپا کر رکھی تھی۔ مولانا مرحوم نے تحصیل علم کے بعد میدان جہاد میں قدم رکھ دیا۔ اور زندگی بھر نہایت کامیابی کے ساتھ جو کبھی لڑائی لڑتے رہے۔

علامہ سید سلیمان ندوی (م ۱۳۷۳ھ) لکھتے ہیں :۔

"اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف جس نے بھی زبان کھولی، اور قلم اٹھایا ان کے حملے کو رد کرنے کے لیے ان کا قلم شمشیر بے نیام ہوتا تھا۔ اور اسی مجاہدانہ خدمت میں انھوں نے عمر بسر کردی۔

مرحوم اسلام کے بڑے مجاہد تھے۔ زبان اور قلم سے جس نے بھی حملہ کیا۔ اس کی مدافعت میں جو سپاہی سب سے آگے بڑھتا وہ آپ ہی ہوتے [1]

آپ کے دیرینہ رفیق شریک کار مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی (م ۱۳۷۵ھ) لکھتے ہیں کہ :۔

"اگر رات کو کوئی فرقہ اسلام کے خلاف پیدا ہو جائے تو صبح اس کا جواب مولانا ثناء اللہ دے سکتے ہیں" [2]

ـــ ـــ ـــ ـــ

[1] یاد رفتگاں ص ۴۱۸

[2] بروایت مولانا عبد المجید خادم سوہدروی (م ۱۳۷۹ھ)

باب ۳

سیاسی خدمات

برصغیر کی سیاست میں بھی مولانا ثناء اللہ مرحوم کا بہت بڑا حصّہ ہے ابتدا میں انڈین نیشنل کانگرس ملک کی واحد نمائندہ جماعت تھی جس میں ہندو اور مسلمان شامل تھے۔ اس لیے مولانا مرحوم بھی ابتداءً کانگرس میں شامل ہوئے۔ اور آپ نے تحریکِ آزادی کے سلسلہ میں ایک اہم کردار ادا کیا۔

۱۹۰۶ء میں مسلمانوں نے اپنی علٰحدہ جماعت کی تشکیل کی۔ اور بہت سے مسلمان لیڈر کانگرس سے علٰحدگی اختیار کرکے مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔

ہندو کانگرسی لیڈر مخلص نہ تھے۔ اور مسلمان عمائدین کا اوّلین مقصد حصولِ آزادی کے ساتھ ساتھ اسلامی اقتدار اور نظامِ شریعت کا قیام تھا۔ خود مولانا مرحوم کا مطمحِ نظر بھی یہی تھا۔ اس لیے آپ نے بھی کانگرس کو چھوڑ کر مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کر لی۔ چنانچہ ۱۹۱۹ء میں امرتسر میں آل انڈیا مسلم لیگ کا جو اجلاس مسیح الملک حکیم محمد اجمل خاں (م ۱۳۴۶ھ) کی صدارت میں منعقد ہوا تھا۔ اس کی استقبالیہ کمیٹی کے صدر مولانا ثناء اللہ مرحوم ہی تھے۔

۱۹۲۸ء کی نہرو رپورٹ، ۱۹۳۰ء کی گول میز کانفرنس ۱۹۳۵ء ۱۹۳۶ء کی انتخابی مہموں اور وزارت سازی کے موقع پر کانگرسی لیڈروں کے طرزِ عمل نے مسلمانوں کو کانگرس سے متنفر کرا دیا۔ ۱۹۳۷ء میں علامہ اقبال (م ۱۳۵۷ھ) نے محمد علی جناح (م ۱۳۶۷ھ) کو مسلم لیگ کی باگ ڈور سنبھالنے کی دعوت دی۔ انھوں نے اس

دعوت کو قبول کر کے مسلم لیگ میں ایک نئی روح پھونک دی۔ اس وقت ہندو اخبارات نے پاکستان کے خواب کو ایک 'انہونا خواب' قرار دیا۔ تو مولانا ثناء اللہ مرحوم نے لکھا:۔

"دین اسلام نے ہمیں سکھایا ہے کہ خدا کی رحمت سے ناامید ہونا کفر ہے۔ اس لیے ہم اس خواب کی حقیقت ہو جانے سے ناامید نہیں ہو سکتے۔ خدا کرے یہ خواب سچا ہو جائے"۔[1]

ــ ــ ــ ــ ــ

[1] اہل حدیث امرتسر ۹ ستمبر ۱۹۳۸ء

باب ۴

ملّی اور جماعتی خدمات

ملتِ اسلامیہ کو متحد کرنے اور اسلام کے حفظ و بقاء کے لیے یہ ضروری تھا کہ برصغیر میں ایک ایسی نمائندہ اور اجتماعی قیادت کا قیام عمل میں لایا جائے۔ جو زندگی کے ہر شعبہ میں مکمل رہنمائی کی اہلیت رکھتی ہو۔ اس مقصد کے لیے آپ نے سب سے پہلے جماعت اہلحدیث کو منظم کیا۔ اور "آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس" کی تنظیم میں مرکزی اور مؤثر کردار ادا کیا۔ ندوۃ العلماء کا قیام تو عمل میں آچکا تھا۔ اس کے اولین اجلاس بمقام کانپور میں مولانا مرحوم نے شمولیت کی۔ اس کے علاوہ جمعیۃ العلماء کا قیام بھی آپ کی تحریک پر عمل میں آیا۔ اِن ہر سہ اداروں کے قیام اور ترقی و ترویج کے سلسلہ میں مولانا مرحوم نے جو قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔ اس کا سرسری خاکہ پیش خدمت ہے۔

جماعتی خدمات

جماعت اہلحدیث کی ترقی اور ترویج میں مولانا مرحوم نے ایک اہم کردار ادا کیا۔ برصغیر میں جماعت اہلحدیث کو منظم اور فعال بنانے میں آپ کی خدمات تاریخ میں سنہری حروف سے لکھی جائیں گی۔

۶/ذی قعدہ ۱۳۲۴ھ/ ۲۲/دسمبر ۱۹۰۱ء میں آرہ (بہار) میں اکابر علمائے اہلحدیث کا اجتماع ہوا جس میں مولانا مرحوم بھی شریک تھے۔ غور و فکر اور بحث و تمحیص کے بعد "آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس" کا قیام عمل میں لایا گیا۔

کانفرنس کے پہلے صدر استاذ الاساتذہ مولانا حافظ عبداللہ صاحب محدث غازی پوری (م ۱۳۲۷ھ) مقرر ہوئے۔ اور نظامت کے لیے مولانا ثناء اللہ مرحوم کا انتخاب عمل میں آیا۔ قیام پاکستان تک آپ کانفرنس کے ناظم اعلیٰ رہے۔

آپ کی جماعتی خدمات کو اکابر علمائے اہلحدیث نے تسلیم کرتے ہوئے ۷ ربیع الاول ۱۳۴۰ھ/ ۲ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو مسجد مبارک متصل اسلامیہ کالج لاہور میں ایک اہم اجلاس بلایا جس میں متفقہ طور پر آپ کو "سردار اہلحدیث"، منتخب کیا گیا[1]

آپ تاحیات کانفرنس کے ناظم اعلیٰ اور سردار اہلحدیث رہے۔

تحریک ندوۃ العلماء میں شرکت

۱۸۹۲ء میں مولانا شبلی نعمانی (م ۱۳۳۲ھ) کی تحریک پر مولانا لطف اللہ علی گڑھی (م ۱۳۳۵ھ) کی صدارت میں ندوۃ العلماء کے قیام کے لیے جو اجلاس کانپور میں ہوا تھا اس میں مولانا ثناء اللہ بھی شریک تھے۔ اس اجلاس میں بقول علامہ سید سلیمان ندوی (م ۱۳۷۳ھ) سب سے کم عمر رکن مولانا امرتسری تھے۔ مولانا مرحوم تاحیات ندوۃ العلماء کی انتظامی کمیٹی کے رکن رہے اور اس کی ترقی و ترویج میں ہمیشہ کوشاں رہے۔

۱۰ مئی ۱۹۱۴ء ندوہ کے بگڑے ہوئے احوال کی اصلاح کے لیے دہلی میں مسیح الملک حکیم محمد اجمل خاں (م ۱۳۴۶ھ/ ۱۹۲۷ء) کی تحریک پر جو جلسہ ہوا تھا۔ اس کے صدر حکیم صاحب مرحوم کی تحریک پر مولانا امرتسری قرار پائے۔ جلسہ میں ندوہ کی اصلاح احوال کے لیے عمائدین قوم سے ایک گیارہ رکنی کمیٹی کی تشکیل کی تھی جس کے ایک رکن مولانا ثناء اللہ مرحوم بھی تھے[2]

جمعیۃ العلماء کی تشکیل

جنگ عظیم اول ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء کے بعد مسلمان عمائدین نے محسوس کیا جو دینی و سیاسی

---

[1] اہلحدیث امرتسر ۲۷ فروری ۱۹۳۱ء ص ۹ [2] اہلحدیث امرتسر ۲۲ مئی ۱۹۱۴ء

بلکہ ہر شعبہ زندگی میں مکمل رہنمائی کرسکتی ہو۔ چنانچہ ۱۹۱۹ء میں مولانا مرحوم کی تحریک پر دہلی میں ہر مکتب فکر کے علماء کا ایک اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں کثرت رائے سے جمعیۃ العلماء کی تشکیل عمل میں لائی گئی۔ اور آپ ہی کی تحریک پر دسمبر ۱۹۱۹ء میں امرتسر میں جمعیۃ العلماء کا پہلا اجلاس منعقد ہوا۔ اجلاس کی صدارت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی (م ۱۳۷۲ھ) کی صدارت میں ہوا۔

مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی (م ۱۳۶۱ھ) اس اجلاس کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "اب مجلس میں داخلے کے بعد ــــ کیا دیکھتا ہوں۔ کہ مفتی کفایت اللہ صاحب کے پہلو میں مولانا ثناء اللہ تشریف فرما ہیں اور صدارت کے فرائض زبردستی خود ہی انجام دے رہے ہیں۔ اور مولانا ثناء اللہ مفتی صاحب کو بولنے نہیں دیتے تھے۔ اور مداخلت کا گویا ٹھیکہ لے بیٹھے ہیں[1]

ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ

[1] ذکر آزاد ص ۱۷۱، ۱۷۲، طبع دہلی

باب ۵

مباحثات ومناظرات

تبلیغ حق اور ابطال باطل کی دوسری راہ مناظرے کی تھی۔ اور مناظرہ کی طرف رجحان آپ کا ابتدائے عمر ہی سے تھا۔ امرتسر اور وزیر آباد میں دورانِ تعلیم میں آپ عیسائی پادریوں کی تقاریر سنتے تھے اور بعد میں اُن پر اعتراض کیا کرتے تھے۔ عوام آپ کے اعتراضات دلچسپی سے سنا کرتے تھے۔ لہ

آپ نے اپنی زندگی میں بے شمار مناظرے کیے اس کی گواہی اہلحدیث امرتسر کا ۴۴ سالہ فائل دے سکتا ہے۔ اگر ان مناظروں کی پوری تفصیل دی جائے تو ایک مستقل کتاب بن جائے۔ آپ نے اپنی زندگی میں آریوں، عیسائیوں، قادیانیوں، حنفیوں (دیوبندی اور بریلوی) شیعوں اور منکرین حدیث سے تحریری و تقریری مناظرے کیے۔ یہاں آپ کے چند مشہور مناظروں کا اجمالی تذکرہ پیش خدمت ہے۔

آریوں سے مناظرے

۱۔ مناظرہ دیوریا سنہ ۱۹۰۳ء

۲۔ مناظرہ نگینہ ضلع بجنور ۵ رجون سنہ ۱۹۱۴ء تا ۱۴ رجون سنہ ۱۹۱۴ء (تحریری)

یہ مناظرہ علمائے دیوبند کی تحریک پر ہوا تھا۔ اس مناظرہ میں آپ کے استاد شیخ الہند مولانا محمود الحسن اسیر مالٹا (م سنہ ۱۳۳۹ھ) معہ اپنے رفقاء کے شریک تھے لیکن بحکم

قرعہ فال بنام من دیوانہ زندد

لہ نورِ توحید ص ۲۹ حاشیہ

بالاتفاق مولانا امرتسری اہلِ اسلام کی طرف سے مناظر مقرر ہوئے۔ آریہ کی طرف سے ماسٹر آتمارام، پنڈت کرپارام اور لالہ وزیر چند ایڈیٹر اخبار آریہ مناظر تھے۔ تیسرے دن پنڈت کرپارام اور لالہ وزیر چند نے راہِ فرار اختیار کی اور پانچویں دن ماسٹر آتمارام بھی بھگوڑے ہو گئے۔ اس مناظرہ میں حق کی فتح ہوئی۔ اور اس فتح کے اثر سے کئی ہندو بھی مسلمان ہوئے۔ اا ہندو تو میدان مناظرہ میں مشرف باسلام ہوئے۔ محمد عمر کرتیوری جو مرتد ہو کر آریہ ہو گئے تھے۔ اسی مناظرہ سے متاثر ہو کر دوبارہ حلقہ اسلام میں داخل ہوئے۔ یہ مناظرہ کتابی شکل میں چھپ چکا ہے۔

۳۔ مناظرہ لاہور — بمقام ڈی۔ اے۔ وی۔ کالج ۱۹۱۲ء

۴۔ مناظرہ جبل پور — ۱۸ مئی تا ۲ جون ۱۹۱۵ء

۵۔ مناظرہ وچھووالی ضلع لاہور — ۱۹۱۷ء

۶۔ مناظرہ ویلم ضلع مظفر نگر — ۱۵ تا ۱۷ مارچ ۱۹۱۸ء

۷۔ مناظرہ خورجہ ضلع بلند شہر — ۱۹ تا ۲۱ مارچ ۱۹۱۸ء (تحریری)

۸۔ مناظرہ امرتسر — ۱۹۲۰ء پنڈت دھرم بھگشو آریہ سے

۹۔ مناظرہ امرتسر — ۱۹۲۵ء ماسٹر آتمارام آریہ سے

۱۰۔ مناظرہ لاہور — ۱۹۲۱ء ماسٹر رام چندر سے

۱۱۔ مناظرہ حیدرآباد (سندھ) — ۱۲ تا ۱۷ جنوری ۱۹۲۷ء

۱۲۔ مناظرہ دینا نگر ضلع گورداسپور — ۳ اگست ۱۹۳۶ء

یہ مناظرہ (نمبر ۱۲) نہایت دلچسپ اور بیک کرشمہ دو کار کا مصداق تھا۔ قادیانیوں نے شور مچا رکھا تھا کہ آریوں کو ہمارے علاوہ کوئی شکست نہیں دے سکتا۔ لیکن قادیانی آریوں کو شکست نہ دے سکے۔ مولانا ثناء اللہ مرحوم نے انھیں شکست دی۔ اور اس طرح آریوں کی بھی تردید ہوئی۔ اور قادیانیوں کی بھی رسوائی۔

۱۳۔ مناظرہ امرتسر — ۲۴ مئی ۱۹۴۴ء۔ آریوں سے آخری مناظرہ

اس مناظرہ میں آریہ مناظر نے مولانا مرحوم کا غلبہ و برتری تسلیم کی تھی۔

عیسائیوں سے مناظرے

۱۔ مناظرہ لاہور ۱۹۱۱ء۔ یہ عیسائی مناظر پادری جوالا سنگھ سے ہوا تھا۔ اس میں عیسائی مناظر نے اپنی شکست کا اعتراف کیا۔ اور ایک پورا عیسائی خاندان مسلمان ہو گیا۔

۲۔ مناظرہ ہوشیار پور ۶/ستمبر ۱۹۱۶ء

یہ مناظرہ بھی پادری جوالا سنگھ سے ہوا تھا۔

۳۔ مناظرہ گوجرانوالہ ۲۷/تا ۲۸/فروری ۱۹۲۶ء۔ یہ مناظرہ پادری سلطان محمد سے مسئلہ توحید پر ہوا تھا۔ دورانِ مناظرہ ایک عیسائی نوجوان نے اسلام قبول کیا۔

۴۔ مناظرہ حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ ۲/تا ۳/ستمبر ۱۹۲۶ء

عیسائیوں کی طرف سے پادری محمد سلطان پال مناظر تھے۔ مگر پادری سلطان محمد مولانا مرحوم کے مقابلہ میں بے بس ہو گئے۔ تو عیسائیوں نے پادری عبدالحق کو بلایا۔ مناظرے کا موضوع اسلامی توحید اور الوہیت مسیح تھا۔ مگر پادری عبدالحق بھی مات کھا گئے اور عرصہ تک سر نہ اٹھا سکے۔

۵۔ مناظرہ آلہ آباد ۴/تا ۵/اگست ۱۹۳۵ء

یہ مناظرہ بھی پادری عبدالحق سے ہوا تھا۔ موضوع الوہیت مسیح تھا۔ عیسائی مناظر اس مناظرہ میں اتنا بوکھلا گیا اور یہاں تک کہہ دیا:

"ہم الوہیت مسیح کے قائل نہیں"

پادری کے اس اعلان سے عیسائی صفوں میں کھلبلی مچ گئی اور مسلمان اپنی شاندار فتح پر شاداں و فرحاں تھے۔ یہ مناظرہ بڑا معرکہ خیز تھا۔

شیعوں سے مناظرے

۱۔ مناظرہ قادر آباد ضلع گجرات ۲۸/اپریل ۱۹۱۴ء

۲ ۔مناظرہ لاہور ۱۹۲۰ء ۔موضوع مناظرہ مسئلہ وراثت اور باغ فدک تھا۔

۳ ۔مناظرہ منصور پور ضلع ہوشیار پور ۱۰ر مارچ ۱۹۲۴ء (تحریری) موضوع مناظرہ خلافت اصحاب ثلاثہ تھا۔

۴ ۔مناظرہ واربرٹن ضلع شیخوپورہ ۸ر مئی ۱۹۲۴ء

یہ مناظرہ شیعہ حضرات اور علمائے احناف کے درمیان طے پایا تھا۔ مگر علمائے احناف نے مناظرہ کے لیے 'سردار اہلحدیث' مولانا ثناء اللہ مرحوم کو دعوت دی۔ اور شیعہ کی جانب سے مولوی مرزا احمد علی لاہوری مناظر مقرر ہوئے۔

موضوع مناظرہ (۱) مسئلہ خلافت (۲) مسئلہ تراویح اور (۳) غسل رجلین فی الوضوء تھا۔

شیعہ مناظر آپ کے سامنے آنے سے گریز کرتا رہا۔ اس لیے اس نے سب سے پہلے یہ اعتراض کیا۔ کہ مناظرہ شیعہ اور اہل سنت (حنفی) کے درمیان ہے۔ اور مولانا ثناء اللہ صاحب اہلحدیث ہیں۔ اس لیے ہم اہلحدیث سے مناظرہ نہیں کر سکتے۔

مولانا امرتسری نے فرمایا:

مولانا احمد علی صاحب! اہل سنت ایک مقیم ہے۔ جیسے ہندوستانی۔ اس کے ماتحت مختلف صوبوں کے لوگ ہیں۔ مثلاً پنجابی، بنگالی، مدراسی وغیرہ۔ آپ کسی بنگالی کو یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ ہندوستانی نہیں اور نہ کسی مدراسی کو کہہ سکتے ہیں کہ وہ انڈین نہیں۔ اسی طرح اہل سنت میں حنفی بھی، شافعی بھی، مالکی بھی اور اہل حدیث بھی شامل ہیں۔ چنانچہ علمائے احناف نے اس کی تائید کی اور مناظرہ شروع ہوا۔

مسئلہ خلافت کے ضمن میں مولانا نے شیعہ کتب سے حوالے دیئے اور ان کی تفسیر مجمع البیان طبرسی۔ اصول کلینی اور نہج البلاغہ سے حضرت عمرؓ کی خلافت ثابت کی۔ تو شیعہ مناظر اس کی تردید نہ کر سکا۔

مسئلہ تراویح میں شیعہ مناظر آپ کے طرز استدلال سے لاجواب ہو گیا۔

اور غسل رجلین فی الوضو پر جب مولانا نے حضرت علی رضؓ کا پاؤں دھونا شیعہ کتب سے ثابت کیا تو شیعہ مناظر نے اپنی عافیت اسی میں سمجھی کہ جواب نہ دیا جائے۔

یہ مناظرہ بڑا معرکہ خیز تھا۔ کئی شیعہ اور حنفی حضرات نے مسلک اہلحدیث اختیار کیا۔

۵۔ مناظرہ بھڑی شاہ رحماں ضلع گوجرانوالہ ستمبر ۱۹۲۱ء

موضوع مناظرہ مسئلہ تقیہ، ایمان اصحاب ثلاثہ

شیعہ کی طرف سے مرزا مولانا احمد علی لاہوری مناظر تھے۔

مولانا عبدالمجید سوہدروی (م ۱۳۷۹ھ) جو اس مناظرہ میں موجود تھے لکھتے ہیں کہ

"مولانا ثناء اللہ مرحوم نے قرآن کریم کی آیات سے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا ایمان دار ہونا ثابت کیا اور ثبوت میں شیعہ مفسرین کی تفسیریں پیش کیں، تو شیعہ مناظر آپ کے دلائل کی تاب نہ لا سکا" [۱]

منکرین حدیث سے مناظرے

منکرین حدیث سے آپ کے کئی ایک مناظرے ہوئے جن کی تفصیل اخبار اہلحدیث امرتسر میں دیکھی جا سکتی ہے۔ منکرین حدیث کے دو مراکز تھے۔ لاہور اور امرتسر

منکرین حدیث کے بانی مولوی عبداللہ چکڑالوی تھے۔ جو چکڑالہ ضلع جہلم کے رہنے والے تھے۔ اس گروہ کے ایک لیڈر مولوی حشمت علی تھے۔ جنھوں نے اپنا مرکز لاہور کو بنا رکھا تھا۔

امرتسر میں مولوی احمدالدین تھے جو اسی گروہ کے ایک مرکزی رہنما تھے۔ مولوی احمدالدین ذی علم تھے اور اکثر مولانا امرتسری سے الجھتے رہتے تھے۔ کبھی تحریری اور کبھی تقریری۔ مولوی احمدالدین "البلاغ" کے نام سے ایک ماہوار رسالہ نکالتے تھے۔ جس میں اپنے مسلک کی تائید میں مضامین لکھتے رہتے تھے۔ مولانا ثناء اللہ مرحوم "اہلحدیث" میں اس کا دندان شکن جواب دیتے رہے مولانا امرتسری اور مولوی احمدالدین کے درمیان ایک تحریری مناظرہ "اہلحدیث" اور "البلاغ" کے مابین ہوا تھا۔ جو کئی اقساط میں چلتا رہا۔ آخر مولانا ثناء اللہ کے جوابات کی تاب نہ لا سکا اور سکوت اختیار

---

[۱] سیرت ثنائی ص ۲۵۸

کرلیا۔ اگر یہ مناظرہ کتابی صورت میں شائع ہو جائے تو علمی دنیا میں ایک گراں قدر اضافہ ہو سکتا ہے۔

مقلّدین احناف سے مناظرے

مقلدین احناف (دیوبندی اور بریلوی) سے آپ کے کئی ایک مناظرے ہوئے۔ چند اہم اور مشہور مناظروں کی تفصیل یہ ہے۔ ان مناظروں میں عام طور پر مندرجہ ذیل موضوع زیر بحث آئے۔

مسئلہ تقلید شخصی۔ مسئلہ علم غیب۔ استمداد لغیر اللہ۔ مسئلہ رفع الیدین۔ آمین بالجہر۔ فاتحہ خلف الامام۔ مسئلہ ۸۔ ۲۰ رکعات تراویح

۱۔ مناظرہ امرتسر ۱۸۹۸ء۔ احناف کی طرف سے مولوی خیر شاہ امرتسری مناظر تھے۔ یہ مناظرہ تحریری تھا۔ اس مناظرہ میں اہلحدیث کی طرف سے مولانا احمد اللہ امرتسری (م ۱۳۶۱ھ) اور احناف کی طرف سے مولانا ابو محمد عبدالحق مصنف تفسیر حقانی (م ۱۳۳۵ھ) منصف قرار پائے۔ یہ مناظرہ پہلے تحریری ہوا۔ بعد میں تقریری اور فیصلہ مولانا ثناء اللہ مرحوم کے حق میں ہوا۔ مولانا عبدالحق صاحب حقانی نے فیصلہ دیا۔ کہ اہلحدیث مناظر کے دلائل قوی ہیں اور حنفی مناظر ان دلائل کو نہیں توڑ سکا۔

۲۔ مناظرہ امرتسر ۱۸۹۹ء۔ مسئلہ تقلید پر مولوی عبدالصمد بریلوی سے مناظرہ ہوا۔

۳۔ مناظرہ امرتسر ۱۹۰۲ء۔ یہ مناظرہ مسئلہ علم غیب پر مولوی عبدالصمد بریلوی سے ہوا۔ اور اس میں مفسر حقانی فریقین کے مسلمہ جج تھے انھوں نے مولانا امرتسری کو فاتح قرار دیا۔

۴۔ مناظرہ لاہور ۳ مئی ۱۹۲۰ء۔ فرقہ ناجیہ کے موضوع پر مولوی کرم الدین بریلوی سے یہ مناظرہ ہوا۔

۵۔ مناظرہ بدھوانہ ضلع جھنگ ۵ اکتوبر ۱۹۲۰ء مسئلہ تقلید شخصی پر مولوی

غلام حسین شاہ مظفر گڑھی سے مناظرہ ہوا۔

۶۔ **مناظرہ سوہدرہ ضلع گوجرانوالہ** ۲۸ تا ۲۹ مارچ ۱۹۲۲ء۔ یہ تحریری مناظرہ فاتحہ خلف الامام پر مولوی سید نور شاہ سے حویلی ملک غلام محمد عراقی (م ۱۳۴۹ھ) میں ہوا تھا۔ دوران مناظرہ مولوی سید نور شاہ کی طرف سے ایک سوال کا جواب آیا۔ تو آپ نے برجستہ فرمایا ؎

قاصد کے آتے آتے خط ایک اور لکھ رکھوں
میں جانتا ہوں وہ کیا لکھیں گے جواب میں

اس شعر سے مولوی سید نور شاہ بوکھلا گئے اور راہ فرار اختیار کی۔ اس مناظرہ کے اثر سے مولوی سردار احمد بریلوی ساکن پنڈوریاں نے مع اپنے رفقاء کے مسلک اہلحدیث اختیار کیا تھا۔

۷۔ **مناظرہ میرپور (ریاست جموں و کشمیر)** ۱۲ تا ۱۷ نومبر ۱۹۲۲ء

۸۔ **مناظرہ چک رجادی متصل لالہ موسیٰ ضلع گجرات** ۳ تا ۵ اپریل ۱۹۲۳ء۔ موضوع تقلید شخصی۔ مولانا عبدالعزیز دیوبندی صاحب نبراس الساری فی اطراف البخاری سے ہوا تھا اور اس مناظرہ میں مولانا عبدالعزیز نے اپنی شکست کا اعتراف کیا۔

۹۔ **مناظرہ پادرہ (ریاست بڑودہ)** ۲۱ تا ۲۲ دسمبر ۱۹۲۵ء۔ تکفیر اہل حدیث کے موضوع پر مولوی حشمت علی بریلوی سے ہوا تھا۔ یہ مناظرہ تحریری تھا اور کتابی صورت میں چھپ چکا ہے۔

۱۰۔ **مناظرہ جلالپور پیر والا ضلع ملتان** ۵ اکتوبر ۱۹۲۸ء۔ مسئلہ رفع الیدین پر شیخ الجامعہ بہاولپور مولانا غلام محمد گھوٹوی سے ہوا اور مولانا مرتضیٰ حسن دیوبندی جو شیخ الجامعہ کے معاون تھے۔ مولانا امرتسری کو فاتح قرار دیا۔

۱۱۔ **مناظرہ تاندلیانوالہ** ۲۳ / ۲۴ ستمبر ۱۹۳۴ء۔ یہ مناظرہ بھی شیخ الجامعہ مولانا غلام محمد گھوٹوی سے ہوا تھا۔ اور موضوع مناظرہ مسئلہ تقلید تھا۔ شیخ الجامعہ نے اپنے موقف کی کمزوری برملا تسلیم کی۔

۱۲۔ مناظرہ لاہور ۱۹۲۰ء۔ مسئلہ علم غیب پر مولوی ولی محمد جالندھری سے یہ مناظرہ ہوا۔ اس مناظرہ میں حنفی مناظر نے اعتراف کیا کہ اہل حدیث کا موقف صحیح ہے۔ اور ہم لوگ محض ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے صحیح مسئلہ کو تسلیم نہیں کرتے۔

قادیانیوں سے مناظرے

۱۔ مناظرہ امرتسر ۲۹ر ۳۰ر اکتوبر ۱۹۰۲ء۔ قادیانی مناظر مولوی سرور شاہ قادیانی۔ موضوع مناظرہ۔ مرزا صاحب قادیانی اپنے الہامی دعوؤں میں سچے ہیں یا جھوٹے۔

۲۔ مناظرہ قادیان جنوری ۱۹۰۳ء۔ مرزا غلام احمد قادیانی سے تحریری مناظرہ ہوا تھا۔

۳۔ مناظرہ رام پور جون ۱۹۰۹ء۔ یہ بڑا اہم اور تاریخی مناظرہ ہے۔ اس مناظرہ میں نواب محمد حامد علی خاں والیے رام پور خود موجود تھے۔ مناظرہ کے بعد نواب صاحب نے مولانا ثناء اللہ کی کامیابی پر جو سرٹیفکیٹ عطا فرمایا۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

> "رام پور میں قادیانی صاحبوں سے مناظرہ کے وقت مولوی ابوالوفا ثناء اللہ صاحب کی گفتگو ہم نے سنی مولوی صاحب نہایت فصیح البیان ہیں اور بڑی خوبی یہ ہے کہ برجستہ کلام کرتے ہیں۔ انھوں نے اپنی تقریر میں جس امر کی تمہید کی۔ اسے بدلائل ثابت کیا۔ ہم ان کے بیان سے محظوظ و مسرور ہوئے۔" [۱]

۴۔ مناظرہ لدھیانہ نومبر ۱۹۰۹ء

۵۔ انعامی مباحثہ لدھیانہ اپریل ۱۹۱۲ء منشی قاسم علی دہلوی قادیانی سے یہ مباحثہ ہوا تھا۔ اور اس میں مولانا امرتسری نے تین صد روپے بطور انعام حاصل

---

[۱] اہلحدیث امرتسر ۱۹۰۹ء

کئے تھے۔ اس مناظرہ کا موضوع مرزا قادیانی کا اشتہار مجریہ ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء تھا۔

۶۔ مناظرہ امرتسر ۲۹ تا ۳۰ اپریل ۱۹۱۶ء (تحریری)۔
مولوی غلام رسول آف راجیکی سے حیات و وفات مسیح پر ہوا تھا۔

۷۔ مناظرہ سرگودھا دسمبر ۱۹۱۶ء

۸۔ مناظرہ میرٹھ ۹ تا ۱۱ مارچ ۱۹۱۷ء

۹۔ مناظرہ ڈیرہ غازی خاں ۲۶ مئی ۱۹۱۷ء

۱۰۔ مناظرہ ہوشیار پور ۲۱ تا ۲۳ اکتوبر ۱۹۱۷ء

۱۱۔ مناظرہ گوجرانوالہ ۴ نومبر ۱۹۱۷ء

۱۲۔ مناظرہ گوجرانوالہ ۱۹ تا ۲۰ جنوری ۱۹۱۸ء۔ موضوع مناظرہ، حیات و وفات مسیح، ختم نبوت اور صداقتِ مرزا۔

۱۳۔ مناظرہ ہوشیار پور ۲ تا ۳ فروری ۱۹۱۸ء

۱۴۔ مناظرہ کرتارپور ضلع جالندھر ۲۳ اپریل ۱۹۱۸ء

۱۵۔ مناظرہ جھنگ اکتوبر ۱۹۲۰ء

۱۶۔ مناظرہ مالیرکوٹلہ ۲۸ مارچ ۱۹۲۱ء

۱۷۔ مناظرہ مالیرکوٹلہ ۷ اپریل ۱۹۲۱ء۔ مناظرہ کے مباحث یہ تھے

۱۔ حیات مسیح

۲۔ معیار صداقت مامورین

۳۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ

۴۔ صداقت مرزا

۱۸۔ مناظرہ کپورتھلہ ۱۷ تا ۱۸ ستمبر ۱۹۲۱ء

۱۹۔ مناظرہ فیروزپور ۳ جون ۱۹۲۲ء۔ قادیانی مناظر منشی فرزند علی تھے۔

۲۰۔ مناظرہ ننکانہ ضلع شیخوپورہ ۳۰ جون ۱۹۲۲ء۔ حافظ روشن علی

قادیانی سے صداقتِ مرزا اور حیات و وفات مسیح پر یہ مناظرہ ہوا۔

۲۱۔ مناظرہ گوجرانوالہ ۴ر تا ۵ر نومبر ۱۹۲۲ء۔ مقابلہ میں قادیانی مناظر مولوی غلام رسول آف راجیکی تھے۔

۲۲۔ مناظرہ لاہور موچی دروازہ ۳ر جون ۱۹۲۵ء

۲۳۔ مناظرہ چک ۹۹ شمالی ضلع سرگودھا [illegible] ۱۹۲۵ء

۲۴۔ مناظرہ پٹھان کوٹ ۲۴ر تا ۲۵ر نومبر ۱۹۲۸ء۔ قادیانی مناظر مولوی اللہ دتا جالندھری تھے۔

۲۵۔ مناظرہ منٹگمری (ساہیوال) ۲۰ اکتوبر ۱۹۲۹ء۔ مولانا امرتسری اس مناظرہ کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

"۲۰ ر اکتوبر کو مناظرہ ہوا جس میں قادیانی پارٹی مقابل تھی۔ اس مباحثہ کی کیفیت دیکھنے کے قابل تھی۔ قادیانی پارٹی ایسی بھیگی کہ
نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن" [1]

۲۶۔ مناظرہ مونگ ضلع گجرات ۱۱ر تا ۱۲ر اکتوبر ۱۹۳۰ء۔ یہ مناظرہ حیاتِ مسیح، ختم نبوت اور صداقتِ مرزا کے موضوع پر ہوا تھا۔ اس مناظرہ میں قادیانی مناظر ہر سہ مسائل میں قطعی لاجواب ہو گیا۔

۲۷۔ مناظرہ بٹالہ ضلع گورداسپور ۱۵ر نومبر ۱۹۳۰ء۔ نامہ نگار لکھتا ہے:

"مباحثہ کیا تھا۔ قادیان تک اس سے زلزلہ پڑ گیا۔ قادیانی مناظر مع اپنے ہمراہیوں کے ہر فقرہ پر گرتا جاتا تھا۔ پبلک نے بیک آواز تسلیم کیا۔ کہ اہلحدیث کی فتح ہوئی [2]"

۲۸۔ مناظرہ بٹالہ ضلع گورداسپور فروری ۱۹۳۲ء۔ اس مناظرہ کی کیفیت بہت دلچسپ ہے۔ مولانا امرتسری نے فرمایا کہ:

مرزا قادیانی کی عمر بہت کم تھی، یعنی ایک ہزار اکتیس سال (۱۰۳۱) اور اس چھوٹی

---

[1] اہلحدیث امرتسر یکم نومبر ۱۹۲۹ء [2] اہلحدیث امرتسر ۳۰ر نومبر ۱۹۳۰ء

عمر میں وہ کیا کر سکتے تھے ؎

فکرِ معاش، ذکرِ خدا، یادِ رفتگاں
اتنی سی زندگی میں کوئی کیا ادا کیا کرے

۲۹۔ مناظرہ وزیر آباد ۱۰ر اپریل ۱۹۳۲ء بروز اتوار وزیر آباد میں ایک معرکہ خیز مناظرہ ہوا۔ قادیانیوں کی طرف سے ایک نوجوان پروفیسر سلیم کو مولانا امرتسری کے سامنے لایا گیا۔ مناظرہ میں پہلے قادیانی مناظر کو تقریر کا موقع دیا گیا۔ اور صداقت مرزا کے دفاع کی بھرپور کوشش کی۔ مگر وہ شیخ الاسلام مرحوم و مغفور کے سامنے نہ ٹھہر سکا۔ آخر مناظرہ کا رُخ اشتہار مرزا کی طرف پھیر دیا گیا۔ مولانا امرتسری نے فرمایا:

"مسیح موعود کی مدت قیام ۴۰ سال مرزا صاحب بتلاتے ہیں مگر خود ۱۸ سال بعد اس دنیا سے کوچ کر گئے لہٰذا مرزا صاحب اپنے دعویٰ کے مطابق جھوٹے ٹھہرے۔ مولانا کی ضرب اتنی سخت تھی کہ قادیانی مناظر بوکھلا گیا۔ اثنائے مناظرہ میں مولانا حسبِ معمول اشعار بھی چست کرتے تھے۔ ایک موقع پر آپ نے یہ شعر پڑھا" ؎

عجب مزا ہو کہ محشر میں ہم کریں شکوہ
وہ منتوں سے کہیں کہ چپ رہو خدا کے لیے

اس پر قادیانیوں نے ادھم مچا دی کہ یہ شعر مناسب نہیں۔ اور اس معاملہ کو اس قدر طول دیا کہ مولانا ظفر علی خاں (م ۱۳۷۶ھ) کو جو اس مناظرہ کی زینت تھے حَکم تسلیم کیا گیا انھوں نے فرمایا۔ اس شعر میں ایک لفظ بھی فحش نہیں۔ مطلب صرف اتنا ہے کہ مولانا ثناء اللہ قیامت کے روز فریاد کریں گے کہ خداوندا! مرزا غلام احمد قادیانی سے پوچھ کر اس نے مسلمانوں میں کیوں تفرقہ پیدا کر دیا۔ اور مرزا صاحب منتوں سے کہیں گے۔ میاں چپ رہو۔ اس تشریح نے مجمع میں سرور و ولولہ پیدا کر دیا۔

قادیانی مناظر چونکہ نوعمر تھا۔ اس لیے مولانا مرحوم اس پہلو پر بھی ایک شعر چسپاں کیے بغیر نہ رہ سکے۔ فرمایا ؎

کچھ جوانی ہے ابھی کچھ ہے لڑکپن ان کا
دو جفا کاروں کے قبضہ میں ہے جوبن ان کا

اس شعر کا طرفین پر جو اثر پڑ سکتا ہے۔ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ مناظرہ بڑا اثر انگیز تھا۔

ملک ابو المحمود ہدایت اللہ سوہدوی (م ۱۳۸۷ھ) لکھتے ہیں:

"ہمارا یقین ہے کہ اس قسم کے دو تین مناظرے مختلف مقامات پر ہو جائیں تو پنجاب سے قادیانیت کا بیج اکھڑ جائے۔"[۱]

۳۰۔ مناظرہ لاہور، مغل پورہ گنج ۱۷ر جولائی ۱۹۳۲ء

۳۱۔ مناظرہ جہلم ۲۱ر تا ۲۳ر اپریل ۱۹۳۳ء

۳۲۔ مناظرہ لاہور یکم رجنوری ۱۹۳۴ء۔ یہ بڑا تاریخی مناظرہ تھا۔ اس کی کیفیت محمدیہ پاکٹ بک کے مصنف شہیر مولانا محمد عبد اللہ معمار امرتسری (م ۱۳۶۹ھ) کی زبانی سنئے:

"لاہور میں یہ مناظرہ بے مثل رہا۔ اور رہے گا، انشاء اللہ۔ خدا کا شکر ہے کہ دلائل کی رُو سے حاضرین پر واضح ہو گیا کہ مرزا صاحب ایک طرف تو توہین مسیح کے مرتکب ٹھہرے اور دوسری طرف اپنے اعلان کی رُو سے پہلے مر کر خدا کے ہاں کاذب ٹھہرے۔"[۲]

۳۳۔ مناظرہ بٹالہ ضلع گورداسپور ۱۲ر تا ۱۴ر مارچ ۱۹۳۴ء

حیات و وفات مسیح پر مولوی محمد سلیم قادیانی سے یہ مناظرہ ہوا

۳۴۔ مناظرہ امرتسر ۳۰ر ستمبر ۱۹۳۴ء

مولوی جلال الدین شمس قادیانی سے "عمر مرزا" کے موضوع پر یہ مناظرہ ہوا۔

۳۵۔ مناظرہ میرٹھ ۱۲ر مارچ ۱۹۳۵ء

اس مناظرہ میں دو قادیانی مناظر مولانا امرتسری کے مقابلے میں آئے۔ اور دونوں نے

---

[۱] اہلحدیث امرتسر ۶ر مئی ۱۹۳۲ء [۲] اہلحدیث امرتسر ۵ تا ۱۲ر جنوری ۱۹۳۴ء

منہ کی کھائی۔ مناظرہ کا موضوع مرزا صاحب کا اشتہار "مولوی ثناء اللہ سے آخری فیصلہ" تھا۔

۳۶۔ مناظرہ میرٹھ جنوری ۱۹۳۹ء

مولوی عمرالدین جالندھری سے، آخری فیصلہ کے موضوع پر یہ مناظرہ ہوا۔

۳۷۔ مناظرہ لائلپور (فیصل آباد) نومبر ۱۹۴۱ء

مقابلہ میں قادیانی مناظر، مولوی اللہ دتا جالندھری تھے۔

یہ آپ کے چند مشہور مناظروں کا اجمالی تذکرہ کیا گیا ہے۔ اگر ان مناظروں کا تفصیل سے جائزہ لیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ فن مناظرہ اور حاضر جوابی میں مولانا ثناء اللہ صاحب کے مقابل برصغیر میں کوئی شخص پیدا نہیں ہوا۔

علامہ سید سلیمان ندوی (م ۱۳۷۳ھ) لکھتے ہیں:

"مولانا ثناء اللہ مناظرہ کے امام تھے۔" [1]

اور مولانا ظفر علی خاں (م ۱۳۷۶ھ) نے مولانا ثناء اللہ کے انتقال پر فرمایا:

"مولانا ثناء اللہ کی وفات حسرت آیات سے دنیا سے حاضر جوابی ختم ہو گئی۔" [2]

* * * * *

[1] یاد رفتگان ص ۴۱۸

[2] سیرۃ ثنائی ص ۱۳۹

باب ۶

ثنائی اخبارات

تبلیغی وسائل بذریعہ جرائد و رسائل

اسلام کی تبلیغی ضروریات اور اس کے تحفظ و دفاع کے تقاضوں کی تکمیل کے لیے آپ نے مختلف ادوار میں تین اخبار جاری کیے۔

کسی دانا کا قول ہے کہ "اخبارات قوم کی آواز ہوتے ہیں"۔ اور ایک دانشور نے کہا ہے کہ "اچھے جرائد مذہب، قوم اور ملک کی ترجمانی کرتے ہیں، اور اس کے حقوق کے نگران ہوتے ہیں"۔ ان امور کے پیشِ نظر آپ نے جن اخبارات کا اجرا کیا ان کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

۱۔ جریدہ "مسلمان"
۲۔ اخبار "اہلحدیث"
۳۔ "مرقع قادیانی"

ماہنامہ و ہفت روزہ "مسلمان" امرتسر

جب اسلام دشمن فرقوں عیسائیوں، آریوں اور ہندوؤں نے اسلام اور اہلِ اسلام کے خلاف اعتراضات کا سلسلہ تیز کر دیا تو آپ نے خاص ان کی تردید کے لیے ۱۹۰۰ء کے لگ بھگ "مسلمان" کے نام سے ایک ماہوار رسالہ جاری کیا۔ اس میں تمام مضامین مولانا خود ارقام فرماتے۔ جن کا انداز مناظرانہ ہوتا تھا۔ اور اس کے ساتھ کئی قسم کے مباحث ہوتے تھے۔

مئی ۱۹۰۸ء تک مسلمان ماہنامہ رہا ۔ ۷ رجون ۱۹۱۰ء سے اس کی اشاعت ہفت روزہ ہو گئی ۔ جولائی ۱۹۱۳ء کو آپ نے اس کی ادارت کے حقوق منشی علم الدین امرتسری کے نام منتقل کر دیے ۔ مگر منشی صاحب اس کو زیادہ عرصہ تک سنبھال نہ سکے اور اس کی اشاعت بند کر دی ۔

ہفت روزہ اخبار "اہلحدیث" امرتسر

ہفت روزہ اخبار "اہلحدیث" ۲۳ رشعبان ۱۳۲۱ھ مطابق ۱۳ رنومبر ۱۹۰۳ء کو جاری ہوا اور ۴۴ سال تک باقاعدہ جاری رہا ۔ اس کا آخری شمارہ ۱۳ ررمضان المبارک ۱۳۶۶ھ مطابق یکم راگست ۱۹۴۷ء کو شائع ہوا ۔

اس ۴۴ سال میں ایک ہفتہ بھی ایسا نہیں گزرا ۔ کہ اس کا ناغہ ہوا ہو ۔ جنوری ۱۹۱۴ء میں پریس کی تبدیلی کی وجہ سے اہلحدیث شائع نہ ہو سکا ۔ مگر آپ نے اس کی بجائے مخزن ثنائی (جنوری ۱۹۱۴ء) اور گلدستہ ثنائی (فروری ، مارچ ۱۹۱۴ء) کے نام سے پرچے شائع کیے یہ شمارے 'اہلحدیث' کے مثنیٰ تھے ۔ ۱۹۱۹ء میں بھی پریس کی تبدیلی کی وجہ سے اجازت نامہ میں تاخیر ہوئی تو آپ ۷ ، ۸ اور ۱۵ رفروری ۱۹۱۹ء کے شمارے 'گلدستہ ثنائی' کے نام سے جاری کیے ۔ اور اگست ۱۹۲۳ء میں پھر پریس کی تبدیلی کی وجہ سے ۱۰ ، ۱۷ اور ۲۴ راگست ۱۹۲۳ء کے شمارے 'گلدستہ ثنائی' کے نام سے شائع ہوئے ۔ 'اہلحدیث' امرتسر کو مولانا ثناء اللہ کی ادارت کا مستقل اعزاز حاصل رہا ۔ تاہم سفر حج کے دوران ۳۰ راپریل ۱۹۲۶ء تا ۲۷ راگست ۱۹۲۶ء آپ کے صاحبزادے مولوی عطاء اللہ شہید اس کے مدیر اور مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی (م ۱۳۷۵ھ) نگران رہے ۔ یہ اخبار کس جذبے کے تحت جاری ہوا تھا ۔ مولانا مرحوم کی زبانی سنیے ، فرماتے ہیں :

> "جب مذہبی تبلیغ کی ضرورت روزمرہ بڑھتی نظر آئی اور تصنیف کتب کا کام ناکافی ثابت ہوا ۔ تو اخبار اہلحدیث جاری کیا گیا ۔ جس میں ہر غلط خیال کی اصلاح کی جاتی ہے ۔ اور غیر مسلم کے حملہ کا جواب دیا جاتا ہے"[1]

---

[1] اہلحدیث امرتسر ۱۲ جنوری ۱۹۴۳ء ص ۵

اخبار اہلحدیث کے بارے میں آپ نے جو تعارف اپنی تصانیف کے سرورق پر کرایا ہے۔ اسے بھی ملاحظہ فرمائیں۔

"یہ اخبار کیا ہے۔ مجمع البحرین ہے۔ یعنی دین و دنیا کا مجموعہ، جس میں ملکی، مذہبی، اخلاقی اور تاریخی مضامین کے علاوہ متفرق سوال وجواب، دینی فتاوی اور مخالفین کے اعتراضات کے جوابات درج ہوتے ہیں۔ غرض یہ اخبار توحید وسنت کا حامی، شرک و بدعت کا دشمن، مخالفین کے سامنے ڈھال کا کام دینے والا۔ اور دنیا بھر کی چیدہ چیدہ خبر بتانے والا ہے[1]"

اس اخبار کے مختصر اغراض ومقاصد یہ تھے۔

۱۔ دین اسلام اور سنت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اشاعت کرنا۔
۲۔ مسلمان کی عموماً اور جماعت 'اہلحدیث' کی خصوصاً دینی و دنیاوی خدمات بجالانا۔
۳۔ حکومت اور مسلمانوں کے باہمی تعلقات کی نگہداشت کرنا۔

چونکہ یہ اخبار توحید وسنت کے احیاء اور قرآن وحدیث کے بقاء کے لیے جاری کیا گیا تھا۔ اس لیے اس کے ٹائیٹل پر تسمیہ شریف کے بعد یہ حدیث "ماٹو" کے طور پر لکھی جاتی تھی:

قَالَ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بہما کتاب اللہ وسنتی[2]

اس کے بعد یہ شعر لکھا جاتا ہے

اصل دیں آمد کلام اللہ معظم داشتن
پس حدیث مصطفٰی برجاں مسلم داشتن

اخبار اہلحدیث کے مستقل عنوانات یہ ہوتے تھے۔

---

[1] اشتہار مصنفات مولانا مرحوم
[2] موطا امام مالک، مشکوٰۃ ج ۱، ص ۳۱

۱۔ اداریہ ۔ مولانا خود تحریر فرماتے تھے ۔

۲۔ شذرات ۔

۳۔ قادیانی مشن ۔ اس کے تحت قادیانیت کی تردید میں مدلل طریق سے آپ خود بھی مضامین لکھتے ۔ اور دوسرے اہلِ علم حضرات کے بھی شائع کیے جاتے ۔

۴۔ فتاوی ۔ مولانا استفسار کا جواب مختصر دیتے اور بسا اوقات قرآن و حدیث کا مجملاً یا تفصیلاً حوالہ بھی ہوتا ۔ بعض اہلِ علم کا فتوای پر تعاقب بھی ہوتا ۔ اور پھر ان تعاقبات کا جواب دیتے ۔ اس قسم کے تعاقبی فتوای بہت مفید اور پر از معلومات ہوتے ۔ جن سے عوام کے دینی علوم میں بہت اضافہ ہوتا ۔[۱]

۵۔ تفسیر بالاقساط ۔

۶۔ مراسلات ۔

۷۔ ملکی مطلع ۔

۸۔ متفرقات ۔

۹۔ انتخاب الاخبار ۔

۱۰۔ اور اشتہارات

اخبار اہل حدیث ۔ اسلامی تعلیمات کی اشاعت اور باطل کی تردید کے لیے پورے برصغیر میں اپنی مثال آپ تھا ۔

ماہنامہ مرقع قادیانی امرتسر

یہ ماہنامہ ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو جاری ہوا ۔

یہ پرچہ مرزائیت کے قصرِ سراب کی بنیادیں ہلانے اور اس کی کفرنوازانہ و باطل طرازانہ

---

[۱] مولانا محمد داؤد راز دہلوی (م ۱۴۰۲ھ) نے ۱۳۰۲ھ / ۱۹۵۲ء میں بمبئی سے ۲ جلدوں میں آپ کے تمام فتاوی وغیرہ "فتاوی ثنائیہ" کے نام سے شائع کیے اور اس پر مولانا ابو سعید شرف الدین محدث دہلوی (م ۱۳۸۱ھ) نے مفید حواشی تعلیقہ کیے ۱۳۹۳ھ / ۱۹۷۲ء میں ادارہ ترجمان السنہ لاہور نے اس کو دوبارہ شائع کیا ہے ۔

عمارت کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لیے جاری کیا گیا تھا۔ اس رسالے میں قادیانی خرافات کا جواب ایسے مدلل اور دلچسپ انداز میں دیا جاتا تھا۔ کہ خود غلام احمد قادیانی بھی پھڑک اُٹھتے۔ یہی وجہ ہے کہ بانی مرزائیت نے تنگ آکر جھوٹے کے لیے سچے کی زندگی میں ہلاک ہونے کی دُعا کی۔ جو مقبول ہوئی اور مرزا صاحب بعارضہ ہیضہ انتقال کر گئے جس پر مولانا ثناء اللہ صاحب کو کہنا پڑا ؎

لکھا تھا کاذب مرے گا پیشتر
کذب میں پکا تھا پہلے مر گیا

مرقع قادیانی جون ۱۹۰۷ء میں شائع ہونا شروع ہوا۔ اور اکتوبر ۱۹۰۸ء تک جاری رہا۔ اس کے بعد دوبارہ اپریل ۱۹۳۱ء میں جاری ہوا۔ اور اپریل ۱۹۳۳ء تک جاری رہا۔ مرقع قادیانی کے پہلے صفحہ کی تصویر ملاحظہ فرمائیں۔

سیکون فی امتی کذابون ثلثون کلھم انہ نبی اللہ
وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی [۱]

ماہواری رسالہ

مرقع قادیانی

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پہلی تاریخ کو امرتسر سے شائع ہوتا ہے

مقصد اعلیٰ

اس رسالہ کا اسلام سے بیرونی اور اندرونی حملات کی مدافعت
کرنا اور مرزا صاحب قادیانی کے غلط خیالات کی اصلاح کرنا

مدیر مسئول ! ابو الوفاء ثناء اللہ

اس رسالہ کے مضامین مولانا خود ارقام فرماتے اور دوسرے اہل علم بھی اس میں اپنے مضامین بھیجتے جو شائع کیے جاتے صفحہ آخر پر گلدستہ اخبار کے عنوان سے ایک صفحہ خبریں ہوتیں جن کا تعلق عموماً قادیانیت سے ہوتا۔ اور ٹائیٹل کے اندر اور باہر کتابوں کے اشتہارات ہوتے یہ تمام کتابیں بھی قادیانیت سے متعلق ہوتیں۔

[۱] ابوداؤد، ترمذی، مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۶۵

باب ۲

داخلی انتشار

تمام بڑے بڑے مصلحین اُمت کی طرح آپ کو بھی ایک شدید داخلی انتشار سے دوچار ہونا پڑا۔ چونکہ آپ کا میلان ابتدا ہی سے فن مناظرہ کی طرف تھا۔ مناظرے میں عقلی و نقلی دلائل سے مقابل مناظرہ کو زیر کیا جاتا ہے۔ اور اُس کے دلائل کو توڑا جاتا ہے۔ اس لیے جب آپ نے قرآن مجید کی تفسیر عربی زبان میں "تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن" کے نام سے لکھی۔ جس میں آپ نے سلف صالحین کی عام روش سے ہٹ کر مؤولین کا طریقہ اختیار کیا۔

یہ تفسیر ۱۳۲۱ھ/۱۹۰۳ء میں ۵۰۸ صفحات پر شائع ہوئی تو حضرت الامام مولانا سید عبدالجبار غزنوی (م ۱۳۳۱ھ) نے اس کے ۴۰ مقامات پر تعاقب کرتے ہوئے ایک رسالہ بنام

"الاربعین فی ان ثناء اللہ لیس علی مذہب المحدثین"

لکھا اور اس پر برصغیر کے ممتاز علمائے کرام کے دستخط حاصل کر کے اس کو شائع کیا۔

مولانا ثناء اللہ صاحب نے الاربعین کے جواب میں

"الکلام المبین فی جواب الاربعین"

لکھ کر اس کی تردید کی۔ لیکن یہ نزاع ختم نہ ہو سکا۔ بلکہ اس نے طول اختیار کیا اور علمائے اہلحدیث کے دو گروہ ہو گئے۔ ایک گروہ مولانا ثناء اللہ کے ساتھ تھا۔ اور دوسرا مخالف۔

۱۹۰۴ء میں آرہ (بہار) میں جماعت اہلحدیث کا ایک بہت بڑا جلسہ ہوا۔ جس میں برصغیر کے ممتاز علمائے اہلحدیث شریک ہوئے۔ اور یہاں بھی یہ مسئلہ زیر بحث آیا۔ آخر فریقین نے تین ممتاز علمائے حدیث کو حکم مانا۔ یعنی:

مولانا حافظ عبد اللہ صاحب محدث غازی پوری (م ۱۳۳۷ھ)
مولانا شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی (م ۱۳۲۹ھ)
مولانا شاہ عین الحق پھلواروی (م ۱۳۲۳ھ)
ان تینوں بزرگوں نے کافی بحث و تمحیص کے بعد یہ فیصلہ صادر فرمایا :
" اربعین کی چالیس اغلاط میں سے صرف چودہ تعاقب صحیح ہیں۔ اور ان چودہ اغلاط کی وجہ سے مولانا ثناء اللہ جماعت اہلحدیث سے خارج نہیں ہو سکتے "۔ [1]

اس کے بعد مئی ۱۹۱۸ء میں مدراس میں آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کا سالانہ جلسہ ہوا جس میں فیصلہ آرہ پر مہر تصدیق ثبت کرائی گئی، اور فیصلہ آرہ کی بنا پر ۵ رمئی ۱۹۱۸ء کو طرفین میں ایک مصالحت نامہ بھی لکھا گیا۔ اور ۴ سال تک امن و امان رہا۔ یہ مصالحت نامہ فقیر اللہ مدراسی (م ۱۳۴۱ھ) مولانا عبدالاحد خان پوری (م ۱۳۴۷ھ) اور مولانا ثناء اللہ مرحوم کے درمیان لکھا گیا۔

۱۹۲۲ء میں مولانا حافظ عبد اللہ صاحب روپڑی (م ۱۳۸۴ھ) تحصیل علم سے فارغ ہو کر آئے۔ تو انھوں نے اس مردہ فتنے کو پھر زندہ کر دیا۔ اور مولانا ثناء اللہ کے خلاف زہر افشانی شروع کر دی۔

۱۹۲۶ء میں مولانا ثناء اللہ صاحب فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے عازم حجاز ہوئے اسی اثناء میں مولانا عبدالواحد صاحب غزنوی (م ۱۳۴۹ھ) حج کو جانے لگے تو مولانا عبد اللہ روپڑی نے اربعین کا عربی ترجمہ ان کے حوالے کر دیا، تاکہ حجاز میں مولانا ثناء اللہ صاحب کے خلاف بدگمانی پھیلانے کا اہتمام کیا جا سکے۔ چنانچہ مولانا عبدالواحد غزنوی نے اربعین سارے حجاز میں تقسیم کی تو سلطان ابن سعود (م ۱۳۷۳ھ) علامہ بہجۃ البیطار شامی۔ شیخ محمد بن عبداللطیف آل الشیخ، قاضی القضاۃ عبد اللہ بن بلہید، علامہ سید سلیمان ندوی (م ۱۳۷۳ھ) جیسے بلند پایہ علمی شخصیتیں شریک تھیں۔ کافی بحث و تمحیص کے بعد سلطان

---

[1] روپڑی نزاع کی ابتداء و انتہا ص ۱۰

کے حکم سے قاضی القضاۃ شیخ عبد اللہ بن بلہید نے یہ فیصلہ لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

"مولانا امرتسری نے استوار کی تاویل اور دیگر آیاتِ صفات میں متکلمین کے طرزِ تفسیر سے رجوع کر کے سلف کی پیروی کر لی ہے۔ مخالفین بھی طعن و تشنیع سے باز رہنے، اخوت کی تجدید کرنے اور اربعین کو جلاتے کا اقرار کرتے ہوئے سلطان معظم اور علمائے کرام کے دست ہائے مبارک پر بیعت کر رہے ہیں"۔ [1]

اس فیصلے کے بعد علمائے غزنوی باستثناء مولانا اسمٰعیل غزنوی (م ۱۳۷۳ھ) خاموش ہو گئے۔ بلکہ حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی (م ۱۳۸۴ھ) نے صاف صاف لکھا کہ:

"مولانا ثناء اللہ صاحب اور ہمارے درمیان جلالۃ الملک سلطان ابن سعود کے فیصلہ کے مطابق اب نزاع کی صورت باقی نہیں رہی"۔ [2]

مگر مولانا سید اسمٰعیل غزنوی (م ۱۳۷۳ھ) [3] بن مولانا سید عبد الواحد غزنوی (م ۱۳۴۹ھ) اس فیصلہ کو تسلیم نہ کیا اور حجاز سے واپسی کے بعد "فیصلہ مکہ" کے نام سے ایک رسالہ لکھا۔ مولانا حافظ عبد اللہ روپڑی نے مولانا اسمٰعیل غزنوی کی حمایت میں اپنے اخبار تنظیم اہلحدیث روپڑ میں اس معاملہ کو خوب ہوا دی۔ چنانچہ "فیصلہ مکہ" رسالہ نے جلتی پر تیل کا کام دیا اور اس سے ہر قاری کو معلوم ہو گیا کہ یہ معاملہ دین کا نہیں رہا۔ بلکہ ذاتی جھگڑا بن گیا ہے۔ مولانا حافظ عبد اللہ روپڑی نے مولانا ثناء اللہ کی تفسیری سلسلہ میں ہی مخالفت نہ کی۔ بلکہ جماعتی امور میں بھی مخالفت کا سلسلہ جاری رکھا۔ تا آنکہ ملک تقسیم ہو گیا۔ مگر حافظ عبد اللہ روپڑی کا نزاع ختم نہ ہو سکا۔

---

[1] اہلحدیث ۸ رجنوری ۱۹۳۷ء [2] اخبار توحید امرتسر ۱۶ مارچ ۱۹۲۹ء

[3] ۱۹۵۵ء میں جمعیت اہل حدیث پاکستان کی سالانہ کانفرنس لائل پور (فیصل آباد) میں مولانا سید اسمٰعیل غزنوی کی صدارت میں منعقد ہوئی خطبہ صدارت میں علمائے اہلحدیث کی علمی خدمات کا تذکرہ کیا گیا تو اس میں مولانا ثناء اللہ صاحب مرحوم کا نام عمداً نہ لیا گیا جس سے پنڈال میں شور مچ گیا تو پھر مولانا ثناء اللہ صاحب کا نام اس میں شامل کیا گیا راقم اس کانفرنس میں موجود تھا۔ اس واقعہ سے مولانا اسمٰعیل غزنوی کے ذہن کا اندازہ ہو سکتا ہے (عراقی)

قیام پاکستان کے بعد جب مولانا سید داؤد غزنوی (م ۱۳۸۳ھ) اور شیخ الحدیث مولانا محمد اسمٰعیل السلفی نے (م ۱۳۸۷ھ) جماعت اہلحدیث کی از سر نو تنظیم کی تو مولانا حافظ عبداللہ روپڑی نے اپنی پرانی روش کے مطابق مخالفت کی اور ان کی وفات کے بعد ان کے پسماندگان نے جمعیت اہلحدیث میں افتراق و انتشار کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا۔

مولانا اسمٰعیل غزنوی نے جب 'فیصلہ مکہ' شائع کیا تو مولانا ثناء اللہ صاحب کو بھی اس کا جواب دینا پڑا۔ چنانچہ آپ نے "قضيه النجديه وفصل قضية الاخوان بذكر تفسير القرآن بكلام الرحمٰن" یعنی غزنوی امرتسری نزاع کا فیصلہ مع تصدیق ۶۷ علمائے کرام شائع کیا۔ ان ۶۷ علمائے کرام میں برصغیر کے حنفی اور اہل حدیث علمائے کرام شامل تھے جنھوں نے اس بات کی تصدیق کی کہ مولانا ثناء اللہ کی تفسیر ایک بہترین تفسیر ہے۔ ان علمائے کرام نے متفقہ طور پر یہ فتویٰ دیا۔

"تفسیر کا فن اعلیٰ درجہ کا ہے۔ تمام عربی علوم وفنون اس کے خادم ہیں اس لیے تمام سلف صالحین اپنی اپنی استعداد اور لیاقت کے مطابق قرآن مجید کی تفسیر کرتے پر متوجہ ہوئے ہیں۔ انہی مفسرین میں مولانا ثناء اللہ صاحب ہیں جنھوں نے قرآن کی ایک تفسیر قرآن اور حدیث سے کی ہے۔ جو کچھ انھوں نے لکھا ہے۔ بہت ہی اچھا لکھا ہے۔"[1]

ان ۶۷ علمائے کرام میں چند مشاہیر اکابر کے نام یہ ہیں۔

۱۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی (م ۱۳۳۹ھ)

۲۔ مولانا شبلی نعمانی (م ۱۳۳۲ھ)

۳۔ مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری (م ۱۳۳۷ھ)

۴۔ مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی (م ۱۳۳۶ھ)

---

[1] غزنوی نزاع کا فیصلہ ص ۲۲

۵۔ مولانا محمد سعید محدث بنارسی (م ۱۳۲۲ھ)

۶۔ مولانا ابو یحییٰ محمد شاہ جہانپوری (م ۱۳۲۸ھ)

۷۔ مولانا ابو محمد عبد الحق حقانی (م ۱۳۳۵ھ)

۸۔ مولانا محمد عبد الرحمٰن مبارک پوری (م ۱۳۵۳ھ)

۹۔ مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی (م ۱۳۷۵ھ)

۱۰۔ مولانا سید سلیمان ندوی (م ۱۳۷۳ھ)

۱۱۔ مولانا عبد التواب ملتانی (م ۱۳۵۳ھ)

۱۲۔ مولانا محمد ابو القاسم سیف بنارسی (م ۱۳۶۸ھ)

باب ۸

آخری ایّام

مارچ ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے یقینی ہو جانے سے مشرقی پنجاب میں فسادات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اور ۳ مئی ۱۹۴۷ء کو فیصلہ تقسیم کے بعد اگست ستمبر ۱۹۴۷ء تک مشرقی پنجاب میں مسلم کُشی کا جو قیامت خیز ہنگامہ بپا رہا۔ اسے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

۱۳ اگست ۱۹۴۷ء کو جس گلی میں مولانا مرحوم کا مکان تھا۔ وہاں سے ہندو سکھ بلوائیوں کا ایک جتھہ گذرا۔ تو ایک بلوائی نے ایک دستی بم پھینکا جس سے مولانا کے اکلوتے فرزند مولوی عطاء اللہ شدید زخمی ہوئے اور تھوڑی دیر بعد انتقال کر گئے۔ مولانا ثناء اللہ مرحوم نے اُسی وقت مسجد اہلحدیث میں نماز جنازہ پڑھائی اور بمشکل قبرستان تک لے جا کر دفن کیا۔

۱۴ اگست کو نہایت کس مپرسی کے عالم میں مع اہل و عیال لاہور پہنچنے میں کامیاب ہوئے۔ چند دن لاہور میں قیام کے بعد شیخ الحدیث مولانا محمد اسمٰعیل السلفی (م ۱۳۸۷ھ) اور مولانا عبد المجید خادم سوہدروی (م ۱۳۷۹ھ) کی تحریک پر گوجرانوالہ منتقل ہو گئے۔ اور جنوری ۱۹۴۸ء میں آپ گوجرانوالہ سے سرگودھا تشریف لے گئے۔ یہاں آپ کو ثنائی پریس امرتسر کے بدلے ایک پریس الاٹ ہوا تھا۔ آپ دوبارہ اخبار اہلحدیث جاری کرنے کی کوشش میں تھے۔ کہ ۱۲ فروری ۱۹۴۸ء کو آپ پر فالج کا حملہ ہوا اور ۱۵ مارچ ۱۹۴۸ء / ۳ جمادی الاولی ۱۳۶۷ھ یوم دوشنبہ آپ نے رحلت فرمائی۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

مولانا مرحوم نے ایک بار خاص مناسبت سے ۱۸ اکتوبر ۱۹۴۰ء کے "اہلحدیث" میں

یہ دعا آرزو سپرد قلم کی تھی ؎

میرا جنازہ جو نکلے تو اس طرح نکلے
کہ ہوں جنازے پہ سارے موحد و مومن

آج آپ کی یہ آرزو پوری ہوئی۔ سرگودھا کے اہلِ توحید اور اہلِ ایمان نے آپ کو سپرد خاک کیا۔۔۔۔۔ آپ اپنی زندگی میں ایک اور شعر بکثرت پڑھا کرتے تھے۔ کہ ؎

مارا دیارِ غیر میں لاکر وطن سے دُور
رکھ لی میرے خدا نے میری بیکسی کی شرم

یہ شعر بھی پوری صداقت کے ساتھ پورا ہوا۔

اللھم اغفرلہ وارحمہ وعافہٖ واعف عنہ واکرم نزلہٗ ووسع مدخلہ وادخلہ الجنۃ۔ واعذہ من عذاب القبر ومن عذاب النار۔

ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ

باب ۹

علمی خدمات

مولانا ثناء اللہ مرحوم کی تحصیل علوم کا مقصد صرف یہ تھا۔ کہ مذہب اسلام کی تبلیغ و اشاعت کی جائے۔ اس کے حفظ و بقاء کے سلسلہ میں ہر قسم کی تحریری و تقریری مدافعت کی جائے اور کتاب و سنت کو زندہ و باقی رکھا جائے۔ کتاب و سنت کے احیاء و بقاء کے لیے آپ نے اپنی زندگی وقف کر دی۔ اور اس کے ساتھ شرک و کفر کی تردید اور بدعات و محدثات کا استیصال بھی کیا۔ مولانا نے ان مقاصد کے حصول کے لیے تحریر و تصنیف کا نہایت مؤثر استعمال کیا۔ ذاتی اخبارات میں مدلل علمی مقالات کے علاوہ آپ کی تصانیف نے مذاہب یا طلہ کی بیخ کنی کی اور ان کے استیصال میں نہایت جاندار اور بھرپور کردار ادا کیا۔

مولانا امرتسری اپنی تصنیفات اور ان کے اسباب و محرکات کی بابت لکھتے ہیں:

”کانپور سے فارغ ہوتے ہی اپنے وطن پنجاب میں پہنچا۔ مدرسہ تائید الاسلام امرتسر میں کتب نظامیہ کی تعلیم پر مامور ہوا۔ طبیعت میں تجسس زیادہ تھا۔ اس لیے ادھر ادھر سے ماحول کے مذہبی حالات دریافت کرنے میں مشغول رہتا۔ میں نے دیکھا۔ کہ اسلام کے سخت مخالف بلکہ سخت ترین مخالف عیسائی اور آریہ دو گروہ ہیں۔ انھیں دنوں، قریب ہی قادیانی تحریک بھی پیدا ہو چکی تھی۔ جس کا شہرہ ملک میں پھیل چکا تھا۔ مسلمانوں کی طرف سے اس کے دفاع کے علمبردار مولانا ابو سعید محمد حسین بٹالوی (م ۱۳۳۸ھ) تھے۔ میری طبیعت طالب علمی ہی کے زمانہ میں مناظرات کی طرف بہت راغب تھی اس لیے درس و تدریس کے علاوہ میں ان

تینوں گروہوں (عیسائی۔ آریہ اور قادیانیوں) کے علمِ کلام اور کتب مذہبی کی طرف متوجہ رہا۔ بفضلہٖ تعالیٰ میں نے کافی واقفیت حاصل کر لی۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ ان تینوں مخاطبوں میں سے قادیانی مخاطب کا نمبر اوّل رہا۔ شاید اس لیے کہ قدرت کو منظور تھا۔ کہ مولانا بٹالوی مرحوم کے بعد یہ خدمت میرے سپرد ہوگی۔ جس کی بابت مولانا مرحوم کو علم ہوا ہو تو شاید یہ شعر پڑھتے ہوں گے ؎

آ کے سجادہ نشین قیس ہوا میرے بعد
رہی خالی نہ کوئی دشت میں جا میرے بعد

اس شغل ہی میں میں نے چند علمائے سلف کی تصنیف سے خاص فوائد حاصل کیے۔ حدیث شریف میں قاضی شوکانی، حافظ ابن حجر اور ابن قیم وغیرہم کی تصانیف سے۔ علم کلام میں امام بیہقی، امام غزالی اور حافظ ابن حزم علامہ عبدالکریم شہرستانی، حافظ ابن تیمیہ، شاہ ولی اللہ، امام رازی وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی تصانیف سے فائدہ اٹھایا۔" [۱]

مولانا مرحوم کی تصانیف کا تفصیلی تعارف پیش کرنے سے پہلے ضروری ہے۔ کہ آپ نے جن موضوعات پر قلم اٹھایا۔ اُن کی تقسیم کر دی جائے۔ جہاں تک میری رسائی ہو سکی ہے۔ مولانا مرحوم کی ۱۳۱ تصانیف کا پتہ چل سکا ہے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

موضوعات	تعداد	موضوعات	تعداد
۱۔ تفاسیر قرآن مجید و متعلقاتہ	۷	۶۔ حمایت اہلحدیث	۵
۲۔ تردید عیسائیت	۶	۷۔ تنقیدی کتب	۱۰
۳۔ تردید آریہ	۳۲	۸۔ عامۃ المسلمین اور اسلامی کتب	۹
۴۔ تردید قادیانیت	۳۶	۹۔ علمی و ادبی تصانیف	۱۵
۵۔ در تذکار تقلیدیانِ احناف	۱۱	میزان تمام کتب	۱۳۱

[۱] اہلحدیث ۲۳ جنوری ۱۹۴۲ء

باب ۱

تفاسیر قرآن مجید و متعلقاتہ

۱۔ تفسیر ثنائی اُردو ۔ ۸ جلدوں میں
۲۔ تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن (عربی)
۳۔ آیات متشابہات (اُردو)
۴۔ بیان الفرقان علی علم البیان (عربی)
۵۔ تفسیر بالرائے (اُردو)
۶۔ برہان التفاسیر بجواب سلطان التفاسیر
۷۔ تشریح القرآن

علم تفسیر اسلامی علوم و فنون کی تاریخ میں جن حضرات کی نظر ہے وہ اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں۔ کہ علم تفسیر اپنی عظمت، جلالت قدر، وسعت اور جامعیت کے اعتبار سے تمام علوم و فنون میں ممتاز ہے۔

لفظ تفسیر دراصل "فَسَّرَ" سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں "کھولنا" اور اس علم میں چونکہ قرآنِ کریم کے مفہوم کو کھول کر بیان کیا جاتا ہے۔ اس لیے اس کو علم تفسیر کہتے ہیں قدیم زمانے میں تفسیر کا اطلاق قرآن کریم کی تشریح پر ہوتا تھا۔

علامہ زرکشی نے علم تفسیر کی مختصر تعریف یہ کی ہے:

علم یعرف بہ فعلم کتاب اللہ المنزل علیٰ نبیہ محمد صلی اللہ

علیہ وسلم و بیان معانیہ و استخراج احکامہ وحکمہ"[1]

یعنی وہ علم جس سے قرآنِ کریم کا فہم حاصل ہو۔ اور اس کے معانی کی وضاحت اور اس کے احکام اور حکمتوں کا استنباط کیا جا سکے۔

علامہ محمود آلوسی (م ۱۲۷۰ھ) فرماتے ہیں:

علم یبحث فیہ عن کیفیتہ النطق بالفاظ القرآن و مدلولاتہا و احکامہ الافرادیۃ و الترکیبۃ ومعانیہا التی تحمل علیہا حالۃ الترکیبۃ وتتمات[2]

علم تفسیر وہ علم ہے۔ جس میں الفاظ قرآن کی ادائیگی کے طریقے۔ ان کے مفہوم ان کے افرادی اور ترکیبی احکام اور ان کے معانی سے بحث کی جاتی ہے جو ان الفاظ سے ترکیبی حالت میں مراد لیے جاتے ہیں نیز ان معانی کا تکملہ، ناسخ و منسوخ، شانِ نزول اور مبہم وقفوں کی توضیح کی شکل میں بیان کیا جاتا ہے۔

فن تفسیر پر صحابہ کرام رضہ سے لے کر آج تک مختلف ہائے نقطۂ نظر کے مطابق بے شمار اہلِ علم نے متعدد زبانوں میں جو کتابیں لکھی ہیں۔ ان کی تعداد خدا ہی بہتر جانتا ہے[3] اور برصغیر میں علمائے کرام نے بلاشبہ اس فن پر اچھا کام کیا ہے[4]

دورِ حاضر میں جن حضرات کی کتب تفسیر کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ ان میں مولانا ثناء اللہ صاحب مرحوم و مغفور کا نام بھی آتا ہے۔

مولانا مرحوم نے ہر میدان میں بیش بہا علمی خدمات سرانجام دی ہیں۔ زندگی بھر خطابت، صحافت، مناظرہ، تدریس اور افتاء میں مشغول رہے۔ صاحب تصانیف کثیرہ تھے۔ آپ نے قرآن مجید کی ۵ تفاسیر لکھی ہیں جن میں ۲ عربی اور ۳، اُردو میں ہیں۔

---

[1] البرہان ج ۱، ص ۱۳ [2] روح المعانی ج ۱، ص ۴

[3] اکسیر فی اصول التفسیر للنواب صدیق حسن خاں (م ۱۳۰۷ھ)

[4] اسلام علوم فنون ہندوستان میں مولانا حکیم سید عبد الحی الحسنی (م ۱۳۴۱ھ)

(۱)

تفسیر ثنائی اردو

یہ تفسیر ۸ جلدوں میں ہے اور اس کی تفصیل یہ ہے

جلد اول	صفحات	۱۴۸	سورۃ فاتحہ تا سورۃ بقرہ
جلد دوم	صفحات	۱۶۲	سورۃ آل عمران تا سورہ نساء
جلد سوم	صفحات	۱۸۴	سورۃ مائدہ تا سورۃ اعراف
جلد چہارم	صفحات	۲۰۶	سورۃ انفال تا سورۃ نمل
جلد پنجم	صفحات	۲۰۰	سورۃ بنی اسرائیل تا سورۃ الفرقان
جلد ششم	صفحات	۲۰۰	سورۃ شعراء تا سورۃ یٰس
جلد ہفتم	صفحات	۲۰۲	سورۃ صافات تا سورۃ النجم
جلد ہشتم	صفحات	۱۸۴	سورۃ القمر تا سورۃ الناس

۱۳۱۳ھ/۱۸۹۵ء میں اس تفسیر کی پہلی جلد شائع ہوئی اور ۲۹ رمضان ۱۳۴۹ھ/۱۸ فروری ۱۹۳۱ء کو مکمل ہوئی۔

مولانا ثناء اللہ مرحوم نے اس تفسیر میں طوالت کی بجائے اختصار کو اختیار کیا۔ اور ساتھ ساتھ مخالفین اسلام کی طرف سے قرآن مجید پر جو اعتراضات ہو رہے تھے۔ اُن کا جواب دیا گیا ہے۔

مولانا اس تفسیر کی وجہ تالیف یہ لکھتے ہیں!

"میں نے یہ تفسیر اس لیے لکھی ہے کہ اردو تفاسیر اس سے پہلے کس قدر طویل ہیں۔ ان سے لوگ مستفید نہیں ہو سکتے۔ اس لیے ایک مختصر تفسیر لکھ دی جائے تاکہ لوگ اس سے مستفید ہو سکیں"۔[۱]

---

[۱] تفسیر ثنائی ج ۱، ص ۳، طبع ثالث ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء

تفسیر کے شروع میں ایک مقدمہ بھی ہے اور مقدمہ کے متعلق مولانا لکھتے ہیں :

"مقدمہ میں چند دلائل مختصرہ سے سید الانبیاء، سید الاصفیاء محمد مصطفیٰ علیہ وآلہ التحیۃ والسلام کی نبوت کا ثبوت ہوگا۔ اس لیے کہ ہر کتاب کے دیکھنے سے پہلے صاحب کتاب کی وجاہت کا لحاظ بھی ضروری ہے"۔ [1]

مقدمہ کے ذیلی عنوانات یہ ہیں :

۱۔ آپؐ کی نبوت کی دلیل کا اجمالی بیان
۲۔ آپؐ کے انتظام ملکی کے بیان میں
۳۔ آپؐ کے زہد کے بیان میں
۴۔ آپؐ کی تعلیم سے نبوت کا ثبوت
۵۔ آپؐ کے علمی طریق سے نبوت کا ثبوت
۶۔ حضور اقدسؐ کی خطابی دلیل، بائیبل سے۔

مولانا مرحوم نے قرآن مجید کا با محاورہ ترجمہ کیا ہے۔ اور اس کے ساتھ مختصر اور مناسب تشریح ہے۔ ربط آیات اور شانِ نزول کا بھی ذکر ہے۔ اور کئی ایک طویل حواشی میں مخالفین اسلام کے اعتراضات کا جواب بھی دیا گیا ہے۔

سر سید احمد خاں (م ۱۳۱۵ھ/۱۸۱۵ء) کی "تفسیر القرآن" پر منظم انداز میں تفصیل سے تنقید اور ان کی نیچریت پر گرفت کی ہے۔

تفسیر میں قادیانیت کی تردید میں نہایت قیمتی اور علمی مواد موجود ہے اور حیات و وفات مسیح پر بھی مفصل روشنی ڈالی ہے۔ آریہ کی بھی تردید ہے اور مسئلہ تناسخ پر مفصل بحث کی ہے۔ نیز عیسائیوں کے مسئلہ الوہیت مسیح پر بھی ناقدانہ تبصرہ کیا ہے۔

یہ گراں قدر علمی تفسیر کئی مرتبہ ثنائی برقی پریس امرتسر سے شائع ہوئی۔ راقم کے

---

[1] تفسیر ثنائی ج ۱ ص ۴

سامنے جو نسخہ ہے اس کی تفصیل حسبِ ذیل ہے :

جلد اوّل	۱۳۵۲ھ	۱۹۳۳ء	طبع ثالث
جلد دوم	۱۳۵۲ھ	۱۹۳۳ء	طبع ثالث
جلد سوم	۱۳۵۰ھ	۱۹۳۱ء	طبع ثانی
جلد چہارم	۱۳۵۰ھ	۱۹۳۱ء	طبع ثانی
جلد پنجم	۱۳۵۰ھ	۱۹۳۱ء	طبع ثالث
جلد ششم	۱۳۵۲ھ ۱۳۲۹ھ	۱۹۳۳ء	طبع ثالث
جلد ہفتم	۱۳۴۴ھ	۱۹۲۵ء	طبع اوّل
جلد ہشتم	۱۳۴۹ھ	۱۹۳۱ء	طبع اوّل

(۲)
تفسیر القرآن بکلام الرحمان (عربی)

طبع اوّل	۱۳۲۱ھ ۱۹۰۳ء	مطبع اہلحدیث امرتسر	صفحات ۵۰۸
طبع دوم	۱۳۴۸ھ ۱۹۲۹ء	آفتاب برقی پریس امرتسر	صفحات ۴۰۲

یہ آپ کی عربی تفسیر ہے۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ اس میں آپ نے قرآن مجید کی تفسیر قرآن مجید کی آیات سے کی ہے۔ یہ غالباً اسلام میں پہلی تفسیر ہے جو اس اصول پر استوار کی گئی ہے کہ قرآن کی تفسیر خود قرآن سے کی جائے۔ حالانکہ یہ اصول "القرآن یفسر بعضہ بعضاً" نظری حیثیت سے علمائے کرام میں مدتوں سے مسلم ہے۔ مگر تحریری صورت میں کسی نے یہ انداز اختیار نہیں کیا تھا۔ اس بنا پر یہ تفسیر بہت سی خصوصیات کی حامل ہے۔ سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں تفسیر جلالین کی طرح اختصار کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

مولانا اس تفسیر کی وجہ تالیف میں فرماتے ہیں :

"علمائے کرام نے قرآن مجید کی مختلف انداز پر تفسیریں لکھی ہیں۔ بعضوں

نے احادیث و آثار سے استفادہ کیا ہے اور کچھ حضرات نے اپنی عقل کا سہارا لیا ہے۔ حالانکہ تمام حضرات اس پر متفق ہیں کہ سب سے بہتر کلام اللہ کی تفسیر خود آیاتِ ربّانی سے کرنا ہے۔ چنانچہ میں نے اسی طرز کو اپنانے کی کوشش کی ہے"۔ [1]

اصل تفسیر شروع کرنے سے پہلے مولانا نے طبع اوّل میں مختصر اور طبع دوم میں قدرے مفصل مقدمہ لکھا ہے۔ جس میں امام رازی (م ۶۰۶ھ) امام ابن تیمیہ (م ۷۲۸ھ) امام سیوطی (م ۹۱۱ھ) اور امام شاہ ولی اللہ دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) وغیرہم کی تحریروں سے استفادہ کرتے ہوئے تفسیر بالرائے، تفسیر کی صحت کے معیار اور شان نزول پر اظہار خیال کیا ہے۔ اور اپنے طریقہ تفسیر کی وضاحت کی ہے۔ آیات کی مکمل توضیح آیات سے کی ہے۔ بعض مسائل کی تشریح حواشی میں احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے کی ہے۔ اور بعض مقامات پر تفسیر کی تائید دوسری تفاسیر اور کتب دینی سے کی ہے اور اس کا حوالہ حواشی میں دیا ہے۔ اور اختلافی مسائل کی بھی حواشی میں نشاندہی کی ہے۔

تفسیر القرآن بکلام الرحمان جب شائع ہوئی تو مصر کے رسائل "الاہرام" اور "المنار" نے اس پر جامع تبصرہ لکھا [2] علامہ سید سلیمان ندوی (م ۱۳۷۳ھ) نے لکھا:

"تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن اس قابل ہے کہ اسے نصاب میں داخل کر لیا جائے"۔ [3]

مولانا محمد ابو القاسم سیف بنارسی (م ۱۳۶۸ھ) نے اپنے مدرسہ سعیدیہ بنارس میں اسے داخل نصاب کر لیا تھا۔ [4]

---

[1] تفسیر القرآن بکلام الرحمان طبع اوّل ص ۸، طبع دوم ص ۱۰

[2] ہندوستان کی اہلحدیث کی علمی خدمات ص ۲۴

[3] معارف ج ۲۴ نمبر ۴، ص ۲۱۶ [4] حیات ثنائی طبع دہلی ص ۵۵۱

(۳)

آیات متشابہات

طبع اوّل ۱۹۰۴ء صفحات

آیات متشابہات دراصل تفسیر ثنائی (اُردو) اور تفسیر القرآن بکلام الرحمان کا مقدمہ ہے۔ اور اس میں خاص انداز سے اصول تفسیر کی تحقیق کی گئی ہے۔ اور یہ کتاب گویا مولانا مرحوم کے خیالات کا خلاصہ ہے۔

(۴)

بیان الفرقان علی علم البیان

(عربی)

طبع اوّل ۱۳۵۳ھ۔ ۱۹۳۴ء۔ مطبع ثنائی امرتسر۔ صفحات ۶۰

یہ تفسیر عربی میں ہے۔ اور اس کی صرف ایک جلد سورہ بقرہ تک شائع ہوئی۔ آخر کتاب میں مولانا نے لکھا:

والجلد الثانی یاتی انشاء اللہ

دوسری جلد بھی انشاء اللہ شائع ہو گی

مولانا نے شروع میں ایک علمی و تحقیقی مقدمہ لکھا ہے۔ فرماتے ہیں:

(ترجمہ) تفسیر کے عموماً ۴ طریقے ہوتے ہیں

اوّل: یہ کہ قرآن کی تفسیر خود قرآن سے کی جائے۔ اس کی مثال میری کتاب "تفسیر القرآن بکلام الرحمان" ہے۔

دوم: یہ کہ احادیث مرفوعہ اور آثار موقوفہ کی روشنی میں تفسیر کی جائے۔ اس کی مثال "تفسیر ابن کثیر" ہے۔

سوم: یہ کہ متکلمین کا انداز بیان اختیار کیا جائے۔ اس کی مثال میری کتاب

"تفسیر ثنائی" (اُردو) ہے۔

چہارم: یہ کہ عربی ادب اور علوم لسانیہ، لغت، صرف و نحو، معانی و بیان وغیرہ کو پیشِ نظر رکھ کر تفسیر کی جائے۔ اور اس کی مثال میری یہ تفسیر "بیان الفرقان علی علم البیان" ہے۔[1]

تفسیر کے شروع میں علم معانی، بیان اور بدیع کے ۱۷۲ اصول و قواعد کا ذکر کیا گیا ہے۔ حواشی میں ان کی مثالیں قرآن سے پیش کی ہیں۔ تفسیر کے اندر ان ہی قواعد کی طرف نمبروں کے ذریعہ اشارہ کیا گیا ہے۔ سورۃ کے شروع میں تمام مضامین کا تفصیلاً ذکر کیا گیا ہے۔ اور بعض مقامات پر عربی اشعار نقل کر دیتے ہیں[2]۔ ضرورت کے وقت احادیث و آثار سے استفادہ کیا گیا ہے۔ اور بعض جگہ بعض تفاسیر پر تنقید بھی کی گئی ہے[3]

(۵)

تفسیر بالرائے (اُردو)

طبع اوّل ۱۳۵۸ھ ۱۹۳۹ء مطبع ثنائی امرتسر صفحات ۱۱۲

برصغیر کا دورِ محکومی اس اعتبار سے ذرخیز گزرا ہے۔ کہ اس دور میں اسلام کے خلاف خود مسلمانوں کے اندر نت نئی تحریکیں ابھرتی رہیں۔ اور ان تحریکات کے قائدین اور اکابر مجرمین نے قرآن مجید کو خصوصیت کے ساتھ نشانہ بنایا۔ نشانہ اس طرح پر نہیں بنایا کہ اس پر اعتراضات و ایرادات وارد کیے ہوں۔ کیونکہ اس صورت میں عامۃ المسلمین کو اپنے دام فریب میں پھانسنا آسان کیا معنی، ممکن نہ ہوتا۔ اس لیے نشانہ اس طرح بنایا۔ کہ

---

[1] بیان الفرقان علی علم البیان ج ۱، ص ۶۰

[2] ایضاً ص ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۴، ۱۶، ۲۴، ۳۱، ۳۵، ۴۱، ۴۵، ۴۹، ۵۷،

[3] ایضاً ص ۵۷

قرآن مجید کی تفسیر لکھیں[۱] اور ان میں دل کھول کر معانی و مطالب کی تحریف کی۔ اور اپنے باطل نظریات و خیالات کے لیے قرآن مجید سے مواد فراہم کرنے کی کوشش کی۔ اس صورت حال کے پیش نظر مولانا ثناء اللہ مرحوم نے محسوس کیا۔ کہ ان تفاسیر پر ایک جامع تبصرہ لکھنا چاہیئے۔ تاکہ آئندہ نسلوں کو ان سے غلطی نہ لگے۔ اور وہ ان تفاسیر کی گمراہیوں سے محفوظ رہیں۔

چنانچہ مولانا مرحوم نے تفسیر بالرائے کے نام سے ایک تفسیر لکھی جس میں حسب ذیل تفاسیر کا جائزہ لیا گیا۔

۱۔ تفسیر القرآن	سرسید احمد خاں
۲۔ تفسیر بیان للناس	مولوی احمد الدین امرتسری
۳۔ ترجمہ و حواشی قرآن مجید	مولوی عبداللہ چکڑالوی[۲]
۴۔ تفسیر القرآن بآیات القرقان	مولوی حشمت علی لاہوری
۵۔ ترجمہ و تفسیر قرآن	ڈپٹی عبداللہ خاں لاہوری
۶۔ تفسیر خزینۃ العرفان	مرزا غلام احمد قادیانی
۷۔ متفرق تفسیری نوٹ	مرزا البشیر الدین محمود
۸۔ تفسیر بیان القرآن	مولوی محمد علی لاہوری
۹۔ تفسیر ایقان	شیخ بہاء اللہ ایرانی
۱۰۔ ترجمہ و حواشی قرآن مجید	مولوی مقبول احمد شیعی
۱۱۔ تذکرہ	علامہ عنایت اللہ المشرقی

---

[۱] علامہ اقبال نے بالکل صحیح فرمایا تھا۔ کہ آج تک حضرت امام حسین رضؓ کو سب سے زیادہ مظلوم مانتے آئے ہیں۔ لیکن یہ رائے تبدیل کرنا پڑے گی۔ آج قرآن سب سے زیادہ مظلوم ہے کہ ہر کہ ومہ اس کی تفسیر لکھنے لگا ہے۔ (تذکرہ معاصرین ص ۹۵)

[۲] انہوں نے ایک علیحدہ رسالہ "دلیل الفرقان" کے نام سے بھی نکالا ہے

۱۲ - عام فہم تفسیر قرآن	خواجہ حسن نظامی دہلوی
۱۳ - تفسیر کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن	مولوی احمد رضا خاں بریلوی
۱۴ - خزائن العرفان فی تفسیر القرآن	مولوی نعیم الدین مراد آبادی
۱۵ - تفسیر آیات	مفتی محمد الدین وکیل گجراتی

تفسیر بالرائے میں مندرجہ بالا تمام تفاسیر و تراجم قرآن کا نوٹس لیا گیا - اور مدلل طریقے سے ان کا جواب دیا گیا ہے -

(۶)

برہان التفاسیر بجواب سلطان التفاسیر

یہ تفسیر پادری سلطان محمد پال کی تفسیر سلطان التفاسیر (جو بصورت رسالہ المائدہ جنوری ۱۹۳۲ء میں شائع ہوئی تھی) کے جواب میں ہے - اہلحدیث امرتسر میں برہان التفاسیر کے نام سے اس کا جواب شائع ہوا تھا - مولانا اس تفسیر میں یہ طریقہ اختیار فرماتے - کہ پہلے ایک رکوع کی صحیح اور جامع تفسیر رقم فرماتے - اس کے بعد معترضین کا جواب دیتے [1]

(۷)

تشریح القرآن

یہ رسالہ قرآن سے متعلق ہے - اور راقم کی نظر سے نہیں گزرا - مولانا محمد داؤد راز دہلوی (م ۱۴۰۲ھ) نے حیات ثنائی میں اس کا ذکر کیا ہے [2]

---

[1] اخبار اہلحدیث امرتسر ۶ مئی ۱۹۳۲ء تا ۲ جنوری ۱۹۳۳ء

[2] حیات ثنائی طبع دہلی ص ۴۴۵

باب ١١

تردید عیسائیت

١ ۔ تقابل ثلاثہ
٢۔ توحید، تثلیث اور راہِ نجات
٣ ۔ جوابات نصاریٰ
٤ ۔ مناظرہ الہ آباد
٥ ۔ اسلام اور مسیحیت
٦ ۔ تحریفات بائیبل

۱۸۵۷ء میں عیسائیوں (انگریزوں) نے برصغیر میں مکمل سیاسی غلبہ حاصل کر لینے کے بعد اسلامی افکار و عقائد اور تمدن و ثقافت کے خلاف انتہائی جارحانہ رویہ اختیار کر رکھا تھا۔ ان کے پادری پورے ملک میں ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک دندناتے پھرتے تھے۔ اور ان کی تحریری و تقریری جاحیت سے پوری مسلم قوم بلبلا رہی تھی۔

مولانا ثناء اللہ مرحوم نے اس طرف توجہ کی اور عیسائی پادری جو کہ ان پڑھ مسلمانوں کو ورغلا رہے تھے۔ ان کے سدباب کے لیے قدم اٹھایا۔ عیسائیت کی تردید میں مولانا مرحوم کی خدمات ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔

مولانا فرماتے ہیں!

"دوران تلاش حبب تلاش جب سے پہلی قابل توجہ کتاب پادری ٹھاکر دت کی تصنیف "عدم ضرورت قرآن" نظر آئی۔ جس کے جواب میں میں نے "تقابل ثلاثہ" (تورات، انجیل۔ قرآن) لکھی۔

عیسائیوں کی کتاب عدم ضرورت قرآن کے جواب کے علاوہ میں نے متعدد کتابیں ان کے جواب میں لکھیں۔ جن کے مجموعے کا نام "جوابات نصاریٰ"

ہے۔ سب سے آخر عیسائیوں کے جواب میں وہ کتاب ہے جس کا نام ہے "اسلام اور مسیحیت" عیسائیوں کی طرف سے تین کتابیں بطرز جدید شائع ہوئی تھیں۔ جن کے نام یہ ہیں:

۱۔ عالمگیر مذہب اسلام ہے یا مسیحیت
۲۔ دینِ فطرت اسلام ہے یا مسیحیت
۳۔ اصول البیان فی توضیح القرآن

ان تینوں کے جواب میں "اسلام اور مسیحیت" لکھی گئی۔ جو شائع شدہ ہے۔ جس نے شائع ہونے کے بعد اسلامی جرائد سے خراجِ تحسین وصول کیا"۔ [1]

(۱)

تقابل ثلاثہ

طبع اوّل ۱۹۰۱ء۔ طبع دوم ۱۹۰۴ء مطبع ثنائی پریس امرتسر۔ صفحات ۱۵۰

تقابل ثلاثہ کا شمار مولانا کی مشہور تصانیف میں ہوتا ہے۔ مولانا کی یہ بلند پایہ تصنیف پادری ٹھاکر دت کی "عدم ضرورت قرآن" کے جواب میں ہے۔

مولانا نے اس کتاب میں "قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِي عِوَجٍ" کا تقابل توراۃ و انجیل کے ساتھ ساتھ آیت بہ آیت (جدول میں) کیا ہے۔ اور تینوں کتابوں کے الہامی مضامین اصل الفاظ میں دکھا کر قرآن شریف کی برتری اور فضیلت ثابت کی ہے۔ مولانا نے ہر صفحہ پر قرآن، توریت اور انجیل کے تحت جو احکامات آئے ہیں ان کو پیش کیا ہے اور حاشیہ میں قرآن مجید کی آیات معہ حوالہ درج کی ہیں۔ موضوع کے لحاظ سے مولانا کی یہ بہترین کتاب ہے۔

---

[1] اہلحدیث ۲۳ جنوری ۱۹۴۲ء

(۲)

توحید، تثلیث اور راہ نجات

طبع اوّل ۱۹۱۴ء مطبع وزیر پریس امرتسر صفحات ۴۰

اس کتاب میں توحید، تثلیث اور راہِ نجات پر بحث کی گئی ہے۔ عیسائیوں کی طرف سے جو مضامین شائع ہوتے تھے۔ ان کے اصول صرف تین ہیں۔

(۱) توحید (۲) نجات (۳) کفارہِ مسیح

مولانا نے ان تینوں مضامین پر محققانہ بحث کی ہے۔ اور عیسائیوں کی طرف سے اٹھائے گئے اعتراضات کا مدلل جواب دیا ہے۔ صفحہ ۲ تا ۱۲، توحید و تثلیث کے عنوان سے بحث کی ہے۔ صفحہ ۱۳ تا ۱۹ کفارہ مسیح پر بحث ہے۔

اور عیسائی رہنماؤں کا یہ اعلان ! کہ :

"ہمارے گناہ صاف ہو چکے ہیں اور تمھارے گناہ باقی ہیں۔ ہم اپنی مراد کو پا چکے ہیں، تم ہنوز نامراد منتظر ہو۔ ہمارا دین (عیسائی) اچھا ہے"[۱]

مولانا نے عیسائی رہنماؤں کے اس اعلان پر صفحہ ۱۹ تا ۳۲ محققانہ بحث کی ہے اور عیسائی رہنماؤں کے اٹھائے گئے اعتراضات کا مسکت جواب دیا ہے۔

صفحہ ۳۴ تا ۴۰ نجات، مکتی یا سالویشن (SALVATION) کے عنوان سے تمام اعتراضات کا جواب اور محققانہ بحث کی ہے۔

مولانا فرماتے ہیں !

"وہ راہِ نجات جو انجیلی حوالوں کے ذریعہ ہم نے تبلائی ہے۔ وہ ہر ایک آدمی کے لیے ناقابل عمل ہے۔ بخلاف تعلیم محمدی کے کہ اُس کی تعمیل بھی آسان ہے۔ اور عمل بھی ممکن۔ سچ ہے ؎

حسن یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری[۲]"

---

[۱] توحید، تثلیث اور راہِ نجات ص ۱۳ [۲] ایضاً ص ۴۰

۳

جوابات نصارٰی

طبع اوّل ۱۹۳۰ء (امرتسر) طبع دوم ۱۹۸۰ء (ملتان)
طبع سوم ۱۹۸۲ء (ندوۃ المحدثین گوجرانوالہ)

مولانا نے اس رسالہ میں عیسائیوں کی تین کتابوں کے جوابات دیئے ہیں

مولانا فرماتے ہیں!

۱۔ **حقائقِ قرآن** کے نام سے عیسائیوں کی طرف سے ایک رسالہ شائع ہوا جس میں مصنف نے دعوٰی کیا کہ از روئے قرآن ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام حضرت سید الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہیں اور اس سلسلہ میں ۱۴ دلائل دیئے ہیں۔ مولانا نے ان چودہ دلائل کا جواب "معارف قرآن" کے نام سے دیا ہے۔

۲۔ **اثباتِ تثلیث** مصنفہ پادری عبدالحق

عیسائیوں کا عقیدۂ تثلیث بہت پرانا ہے۔ نزولِ قرآن مجید کے وقت بھی بہت سے عیسائی اس عقیدے کے قائل تھے۔

مولانا نے "اثباتِ توحید" کے نام سے "اثباتِ تثلیث" کا جواب دیا ہے اور پادری عبدالحق کی طرف سے اٹھائے گئے اعتراضوں کا جواب دیا ہے۔

۳۔ **میں کیوں مسیحی ہوا** یہ رسالہ پادری سلطان محمد پال جو مسلم سے عیسائی ہوئے کا تصنیف کردہ ہے۔ مولانا نے اس رسالہ کا جواب "تم کیوں عیسائی ہوئے" کے نام سے دیا۔

پادری سلطان محمد سے مولانا ثناء اللہ کا ایک مناظرہ ۳ ستمبر ۱۹۲۸ء بمقام (؟)ظ آباد ضلع گوجرانوالہ ہوا تھا جس میں پادری سلطان محمد نے چیلنج کیا۔ کہ آپ میرے رسالہ کا جواب لکھیں۔ اگر آپ جواب لکھیں گے تو میں 'جواب الجواب' لکھوں گا۔ مولانا نے جواب تو لکھ دیا، مگر پادری صاحب اس کا جواب نہ لکھ سکے۔ مولانا کی طرف سے

کئی بار یاد دہانی بھی کرائی گئی۔ مگر پادری سلطان محمد نے اپنے قول کی پاسداری نہ کی ؎

بے وفا کونسی خوبی ہے۔ جو تجھ میں نہیں
وصف اتنے ہیں جہاں میں ایک وفا اور نہیں

مولانا کے یہ جواب سب سے پہلے اخبار اہلحدیث میں شائع ہوئے بعد میں ان کو کتابی شکل میں شائع کیا گیا۔

معارف قرآن	۱۵ر نومبر ۱۹۱۸ء
اثبات توحید	۱۵ر جنوری ۱۹۲۶ء
تم عیسائی کیوں ہوئے	۱۵ر اکتوبر ۱۹۲۸ء

جواباتِ نصاریٰ میں ان مضامین کی تفصیل اس طرح ہے۔

معارف قرآن فی جواب حقائقِ قرآن	صفحہ	۵ تا ۱۶
اثبات التوحید بجواب اثبات تثلیث	"	۱۷ تا ۳۸
تم عیسائی کیوں ہوئے بجواب میں کیوں مسیحی ہوا	"	۳۹ تا ۹۶

(۴)

مناظرہ آلہ آباد

طبع اول ۱۹۳۴ء ثنائی برقی پریس امرتسر صفحات ۲۴

یہ تحریری مناظرہ مولانا ثناء اللہ صاحب اور پادری عبدالحق کے درمیان مسئلہ توحید و تثلیث کے موضوع پر ہوا تھا اس مناظرہ کا دلچسپ پہلو یہ ہے کہ عیسائی مناظر منطقی اصطلاحات بیان کرتے تھے اور مولانا ثناء اللہ اس کی وضاحت طلب کرتے کرتے تھے۔ جو پادری صاحب پیش نہ کر سکتے۔ تو مولانا خود ہی ان منطقی اصطلاحات کی تصریح عام فہم پیرایہ میں بیان کرتے۔ پھر اس کا جواب دیتے۔ اس مناظرہ کا اثر تعلیم یافتہ حضرات پر ہوا۔ مولانا ثناء اللہ صاحب نے اس مناظرہ میں پادری عبدالحق کو

اتنا زِچ کیا۔ کہ اس نے تنگ آکر برملا کہہ دیا، کہ :

"کون کمبخت الوہیت مسیح کا قائل ہے"

پس اس کا یہ کہنا تھا کہ عیسائیوں میں کھلبلی مچ گئی۔ کہ پادری صاحب نے کیا کہہ دیا ہے اس پر مولانا نے پادری صاحب کو خوب آڑے ہاتھوں لیا۔ اور آخر یہ مناظرہ بڑی کامیابی سے اختتام پذیر ہوا۔ اس کتاب میں اس مناظرہ کی مفصل رُوداد ہے۔

(۵)

اسلام اور مسیحیت

طبع اوّل ۱۹۴۱ء (امرتسر) صفحات ۲۲۶ ، طبع دوم ۱۹۶۰ء (لاہور) صفحات ۲۳۲ طبع سوم ۱۹۷۴ء دہلی ، طبع چہارم ۱۹۸۲ء (ندوۃ المحدثین گوجرانوالہ) صفحات ۲۴۸

عیسائیوں کی طرف سے آئے دن نئے نئے فتنے پیدا کیے جاتے تھے اور عیسائی پادری مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے ہر قسم کے حربے استعمال کرتے تھے۔

مولانا فرماتے ہیں۔

"اس وقت عیسائیوں کی جو کتابیں ہمارے زیر نظر ہیں اور جن کے جواب کے لیے ہم نے قلم اٹھایا ہے۔ ان کے نام یہ ہیں :

۱۔ توضیح البیان فی اصول القرآن (اس میں اس امر پر یہ بحث کی گئی ہے کہ اسلام اسلام میں عالمگیر ہونے کی صلاحیت نہیں ہے) صفحات ۹۴۔

۲۔ مسیحیت کی عالمگیری (اس کا مضمون نام ہی سے ظاہر ہے) صفحات ۲۲۲۔

۳۔ دین فطرت اسلام ہے یا مسیحیت (اس میں مسیحیت کو مطابق فطرت اور قرآن کو مخالف فطرت دکھلانے کی کوشش کی گئی ہے) صفحات ۲۴۸۔

مولانا نے اسلام اور مسیحیت کے عنوان سے مندرجہ بالا تینوں کتابوں پر ناقدانہ تبصرہ فرمایا ہے

اور عیسائی مصنفین کی طرف سے اٹھائے گئے اعتراضات کا محققانہ جواب دیا ہے۔

فرماتے ہیں :

"یہ کتاب اسلام اور مسیحیت عیسائیوں کی تین کتابوں کا جواب ہے۔ ان میں ہر ایک کتاب اسلام اور قرآن کے حق میں بصورت جدید سخت ترین حملہ ہے۔ خدا نے محض اپنے فضل وکرم سے مجھے ان کا جواب دینے کی توفیق بخشی۔

میں اپنے دلی خیالات کا اظہار کرتا ہوں۔ کہ اپنی جملہ تصانیف میں سے کتابوں کی نسبت مجھے زیادہ یقین ہے کہ خدا ان کو میری نجات کا ذریعہ بنائے گا۔ ان میں سے ایک کتاب 'مقدس رسول' ہے جو 'رنگیلا رسول' کے جواب میں ہے۔ دوسری کتاب یہی 'اسلام اور مسیحیت' ہے۔ پہلی کتاب میں میں نے بتوفیقہٖ تعالیٰ ذات رسالت مآب سے دفاع کیا ہے اور دوسری کتاب میں اسلام اور قرآن مجید سے مدافعت کی ہے۔ اس لیے میں کہہ سکتا ہوں ؎

روز قیامت ہر کسے در دست گیرد نامہ
من نیز حاضر می شوم تائید قرآن در بغل[1]"

(۶)

تفسیر سورہ یوسف اور تحریفاتِ بائیبل

طبع اوّل   ۱۹۴۴ء   صفحات ۹۰

اس کتاب میں اس امر کی تصریح کی گئی ہے کہ عیسائی پادریوں نے ہر زمانہ میں بائیبل میں تحریف کی ہے اور اس کا ثبوت بائیبل کے مختلف ایڈیشنوں سے فراہم کیا ہے۔

ــــــــــــــــ

[1] اسلام اور مسیحیت ص ۶، طبع لاہور

باب ۱۲

تردید آریہ

١ ۔ حق پرکاش

٢ ۔ کتاب الرحمان

٣ ۔ تُرکِ اسلام

٤ ۔ حدوث وید

٥ ۔ مباحثہ دیوریا

٦ ۔ شادی بیوگان اور نیوگ

٧ ۔ حدوث دنیا

٨ ۔ الہام

٩ ۔ الرکوب فی السفینہ فی مباحثہ النگینہ

١٠ ۔ سوامی دیانند کا علم و عقل

١١ ۔ نماز اربعہ

١٢ ۔ تغلیب الاسلام ٤ جلد

١٣ ۔ القرآن العظیم

١٤ ۔ مرقع دیانندی

١٥ ۔ رجم الشیاطین بجواب اساطیر الاولین

١٦ ۔ تیر اسلام

١٧ ۔ بحثِ تناسخ

١٨ ۔ ثمراتِ تناسخ

١٩ ۔ قرآن اور دیگر کتب

٢٠ ۔ جہاد وید

٢١ ۔ باعث سرور در مباحثہ جبل پور

٢٢ ۔ فتح اسلام یعنی مناظرہ خورجہ

٢٣ ۔ محمد رشی

٢٤ ۔ الہامی کتاب

٢٥ ۔ مقدس رسول

٢٦ ۔ ثنائی پاکٹ بک

٢٧ ۔ نکاح آریہ

٢٨ ۔ اصول آریہ

٢٩ ۔ ہندوستان کے دو ریفارمر

٣٠ ۔ تحریف آریہ

٣١ ۔ مجموعہ رسائل بوید و قرآن

٣٢ ۔ تعلیم الاسلام

آریہ سماج ہنود کی ایک مذہبی تنظیم ہے ۔ منہ زور اور بے لگام، خود ہندو ہو کر ہنود کو کا فر اور چوڑ کہتی ہے ۔ اس کے بانی سوامی دیانند ہیں جنھوں نے اپنے ہتھ پنتھ کی حمایت میں

ملک کے تمام فرقوں پر دل آزار نکتہ چینی کی ۔مولانا ثناء اللہ صاحب نے آریہ سماجی مسائل اور سوامی دیانند دونوں پر گرفت کی ۔ ان کے اکثر عالموں سے مناظرے کیے اور ان کی تردید اور اعتراضات کے جواب میں کتابیں لکھیں ۔ ذیل میں ان کتابوں کا تعارف پیش کیا جا رہا ہے ۔

(ا)

حق پرکاش

طبع اول ۱۹۰۰ء	طبع دوم ۱۹۰۴ء	طبع سوم ۱۹۰۷ء
طبع چہارم ۱۹۱۵ء	طبع پنجم ۱۹۲۲ء	طبع ششم ۱۹۲۸ء
طبع ہفتم ۱۹۶۱ء	طبع ہشتم ۱۹۶۹ء	(بغداد) عربی ترجمہ
طبع نہم ۱۹۷۹ء (دہلی)	طبع دہم ۱۹۸۳ء	(ندوۃ المحدثین گوجرانوالہ)

یہ سوامی دیانند سرسوتی کی کتاب "ستیارتھ پرکاش" کا جواب ہے ۔

مولانا فرماتے ہیں :

"۱۸۹۹ء میں سوامی دیانند سرسوتی کی کتاب 'ستیارتھ پرکاش' کا اردو ترجمہ شائع ہوا جس کے ۱۴ ویں باب میں سوامی جی نے قرآن کریم پر ۱۵۹، اعتراضات کیے ۔ کتاب ستیارتھ پرکاش کے شائع ہونے پر مسلمانوں کو ضرورت محسوس ہوئی کہ اس کا جواب دیا جائے ۔ حسب قول حافظ شیرازی ؎

قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند

میں نے اس کے جواب میں کتاب "حق پرکاش" لکھی جو بفضلہ تعالیٰ ایسی مقبول ہوئی کہ اس کے بعد کسی فرقہ کے عالم نے ستیارتھ پرکاش کے جواب میں قلم نہیں اٹھایا

ذلک من فضل اللہ"[1]

---

[1] اہلحدیث ۲۳ جنوری ۱۹۴۳ء

حق پرکاش کی اشاعت سے آریہ حلقوں میں کھلبلی مچ گئی اور جواب دینے کی متعدد کوششیں کی گئیں مگر کوئی جواب پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔

(۲)

کتاب الرحمان

طبع اول ۱۹۰۳ء (امرتسر) صفحات ۱۴۴

پنڈت دھرم بھکشو آریہ سماج کے بدلگام اور بدزبان عالم تھے۔ انھوں نے ایک کتاب بنام "کتاب اللہ وید ہے یا قرآن" لکھی۔

مولانا ثناء اللہ صاحب نے اس کے جواب میں "کتاب الرحمان" لکھی۔ جس میں ان کے مزعومہ اعتراضات کی تردید کی۔ اور ان کا مسکت جواب دیا۔ مولانا نے اس کتاب میں وید کی تعلیمات پر قرآنی تعلیمات کو قابل ترجیح قرار دے کر وید کی تعلیمات کو ناقابلِ عمل قرار دیا۔ اس کے علاوہ مولانا مرحوم نے کلام الٰہی کو جانچنے کے لیے آریوں کے ان خانہ ساز اصولوں کا جائزہ لیا ہے "کتاب الرحمان" تردید آریہ میں ایک بڑی زبردست کتاب ہے۔

مولانا سید سلیمان ندوی (م ۱۳۷۳ھ) لکھتے ہیں:

"مولانا ثناء اللہ امرتسری کی کتاب "کتاب الرحمان" مناظرانہ رنگ میں بڑی دلآویز کتاب ہے۔"[1]

(۳)

تُرکِ اسلام

طبع اول ۱۹۰۳ء طبع دوم ۱۹۰۴ء طبع سوم ۱۹۰۶ء

طبع چہارم ۱۹۱۸ء (جنوری) طبع پنجم ۱۹۱۸ء (اپریل) صفحات ۲۰۲

---

[1] معارف اعظم گڑھ بحوالہ اہلحدیث، امرتسر ۱۰ر جنوری ۱۹۳۱ء

طبع ششم ۱۹۸۱ء (ندوۃ المحدثین گوجرانوالہ)
"ترکِ اسلام" ایک مسلم عبد الغفور نامی (نو آریہ دھرم پال) کے رسالہ ترکِ اسلام" کا جواب ہے۔

مولانا فرماتے ہیں:

"ایک مسلم عبد الغفور نامی (نو آریہ دھرم پال) نے رسالہ ترکِ اسلام' لکھا۔ اس کے شائع ہونے پر مسلمانوں کو بڑی بے چینی ہوئی۔ میں نے فوراً اس کا جواب بنام ترکِ اسلام' بر 'ترک اسلام' شائع کر دیا جس سے مسلمانوں کو اس قدر قلبی راحت ہوئی جتنی مئی جون میں افطاری کے وقت روزہ دار کو ہوتی ہے۔" [1]

مسٹر دھرمپال نے ۱۴ر جون ۱۹۰۳ء گوجرانوالہ میں ایک تقریر کی اور اپنے ارتداد کی وجہ بیان کی۔ اور اس کے بعد اسلام پر ۱۱۶ اعتراضات کیے۔ مولانا نے ان سب اعتراضات کا مسکت جواب دیا ہے۔

مولانا ثناء اللہ مرحوم نے پیش گوئی کی تھی۔ کہ ایک وقت آئے گا کہ دھرمپال دوبارہ اسلام میں داخل ہوگا۔ چنانچہ دھرمپال نے دوبارہ اسلام قبول کیا۔ اور غازی محمود کا لقب اختیار کیا۔

'ترکِ اسلام' کے شائع ہونے پر برصغیر کے جید علمائے کرام نے مولانا امرتسری مرحوم کو خراج تحسین پیش کیا۔ ان میں مولانا ابو محمد عبد الحق حقانی (م ۱۳۳۵ھ) مولانا عبد العزیز رحیم آبادی (م ۱۳۳۶ھ) مولانا حافظ عبد اللہ محدث غازی پوری (م ۱۳۳۷ھ) اور مولانا وحید الزمان حیدر آبادی (م ۱۳۳۸ھ) شامل ہیں۔

'ترکِ اسلام' جب شائع ہوئی تو دھرمپال نے مولانا کے جوابات کی معقولیت کا اعتراف کیا۔ دھرمپال کے دوبارہ مشرف بہ اسلام ہونے میں بڑی حد تک اس کتاب کا دخل ہے۔

---

[1] اہلحدیث ۲۳ر جنوری ۱۹۴۲ء

(۴)

حدوث وید

طبع اوّل ۱۹۰۳ء - طبع دوم ۱۹۰۷ء - طبع سوم ۱۹۱۳ء - صفحات ۱۶

آریوں کا خیال ہے کہ الہام کی ضروری شرط ہے۔ کہ وہ اوّل دنیا سے ہو۔ اور دنیا چونکہ قدیم ہے۔ اس لیے ہر الہامی کتاب کو قدیم ہونا چاہیئے۔ اسی اصول کے تحت وہ لوگ قرآن کے الہامی ہونے کا انکار کر رہے تھے۔ مولانا نے وید کی اندرونی شہادتوں سے یہ ثابت کیا ہے۔ کہ وید قدیم نہیں اور عقلی نقطہ نظر سے بھی اس نظریہ کا رد کیا ہے۔

مولانا نے طبع سوم میں پنڈت شردھانند کا جواب الجواب بھی شامل کر دیا ہے۔

(۵)

مباحثہ دیوریا

طبع اوّل ۱۹۰۳ء صفحات ۲۸۴

یہ آپ کا مشہور و معروف مناظرہ ہے۔ جو دیوریا (یو۔پی) میں ۱۶ اگست تا ۲۱ اگست ۱۹۰۳ء کو آریہ لیڈروں سے ہوا۔ یہ مناظرہ تحریری تھا۔ اور اس میں پانچ پرچوں کا تبادلہ ہوا۔ اس مناظرہ کو دیکھنے کے لیے اس میں مشاہیر علماء مولانا عبدالحق حقانی (م ۱۳۲۵ھ) مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی (م ۱۳۳۶ھ) مولانا شاہ عین الحق پھلواری (م ۱۳۳۳ھ) اور مولانا حافظ عبداللہ صاحب غازی پوری (م ۱۳۳۷ھ) شریک ہوئے۔

مناظرہ کا موضوع "وید اور قرآن میں سچا کون ہے؟"

(۶)

شادی اور بیوگان نیوگ

طبع اوّل ۱۹۰۴ء - طبع دوم ۱۹۱۰ء - طبع سوم ۱۹۱۷ء - طبع چہارم ۱۹۲۸ء - صفحات ۱۶

آریہ سماج میں کچھ ایسی رسومات تھیں۔ جن کو انھوں نے اپنی مرضی سے اپنایا ہوا تھا۔ مثلاً شادی بیوگان کا مسئلہ۔ اس میں آریہ نصف حصہ کو مانتے ہیں اور نصف کو نہیں مانتے۔ اس رسالہ میں مولانا آریہ کی ان رسومات پر ناقدانہ بحث کرتے ہیں۔

(۷)

حدوث دنیا

طبع اول ۱۹۰۲ء۔ طبع دوم ۱۹۰۴ء۔ طبع سوم ۱۹۱۱ء۔ صفحات ۱۶

قدامت دنیا کا عقیدہ بھی آریوں کے نزدیک ایک بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ بلکہ اس عقیدے پر تناسخ کے غیر معقول نظریہ کا دارومدار ہے۔ اس لیے آریہ اس کو ثابت کرنے میں ضرورت سے زیادہ زور لگاتے ہیں۔

اسی موضوع پر مولانا ثناء اللہ مرحوم اور لالہ وزیر چند ایڈیٹر رسالہ آریہ مسافر ہردوار سے ایک تحریری مناظرہ ہوا تھا۔ مولانا نے بدلائل ثابت کیا کہ آریہ کا یہ دعویٰ کہ دنیا کا سلسلہ قدیم ہے۔ تردید کی۔ یہ مناظرہ ''حدوث دنیا'' کے نام سے طبع ہوا۔

(۸)

الہام

طبع اول ۱۹۰۴ء۔ طبع دوم ۱۹۱۷ء۔ صفحات ۱۶

آریوں اور مسلمانوں کے درمیان الہام کی تعریف ایک اہم نزاعی مسئلہ تھا۔ اس رسالہ میں الہام کی تعریف اور تقسیم اور تشریح وید اور قرآن سے کی گئی ہے۔

مولانا فرماتے ہیں!

''آریہ سماج کا اعتراض کرنا بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ اور آئے دن یہ بھی اعتراض

کرتے ہیں۔ کہ مسلمانوں نے کچھ نہیں کیا۔ بڑی بات یہ کہ الہام کی تعریف بھی نہیں کی۔ اس لیے اس رسالہ میں اُن کے اعتراض کو رفع کرنے کے لیے الہام کے مسائل کو بیان کیا گیا ہے۔ تاکہ آریہ سماج کو معلوم ہو سکے کہ مسلمان الہام کی تعریف اور تقسیم وغیرہ میں کہاں تک قدرت رکھتے ہیں۔"

(۹)

الرکوب فی السفینہ فی مباحثہ النگینہ

طبع اول ۱۹۰۴ء صفحات ۱۹۲

نگینہ ضلع بجنور میں آریوں کا بہت زور تھا۔ ہر جلسہ میں مسلمانوں کو مناظرہ کی دعوت دیتے۔ مگر مسلمان اس کی پرواہ نہ کرتے۔ آخر ۱۹۰۴ء میں جب آریہ کی سرگرمیاں حد سے بڑھ گئیں تو مسلمانوں نے ان کے چیلنج کو قبول کیا۔ اس مناظرہ میں مولانا امرتسری کے اُستاد حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی اسیر مالٹا (م ۱۳۳۹ھ) اور مولانا احمد حسن امروہی (م ۱۳۳۰ھ) جیسے ممتاز اور جید علمائے کرام شریک ہوئے۔

مولانا امرتسری کے مقابلہ میں ماسٹر آتما رام، پنڈت کرپا رام اور لالہ وزیر چند ایڈیٹر آریہ مسافر تھے۔ مناظرہ کا موضوع "الہام کی تعریف اور وید کا الہامی ثابت کرنا تھا۔

اس مناظرہ میں فریقین کی طرف سے ۲۲ پرچوں کا تبادلہ ہوا۔ اور آخر ماسٹر آتما رام شکست کھا گئے اور حق کو فتح نصیب ہوئی اور میدان مناظرہ میں ۱۱ ہندوؤں نے اسلام قبول کیا۔ اور محمد عمر کرتپوری جو مرتد ہو گئے تھے اسی مناظرہ سے متاثر ہو کر پھر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

٭٭٭٭٭

(۱۰)

سوامی دیانند کا علم و عقل

طبع اول ۱۹۰۵ء ۔ طبع دوم ۱۹۱۰ء صفحات ۱۶

اس رسالہ میں ستیارتھ پرکاش کے ۴ ادیں باب سے ان چند مقامات کی نشاندہی کی گئی ہے۔ جس میں سوامی دیانند نے سخت ٹھوکر کھائی ہے۔ اور یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ سوامی جی دوسرے مذاہب پر اعتراضات کرتے وقت زیادہ تحقیق سے کام نہیں لیتے تھے۔

(۱۱)

نماز اربعہ

طبع اول ۱۹۰۱ء ۔ طبع دوم ۱۹۰۲ء ۔ طبع سوم ۱۹۰۵ء صفحات ۴۰

اس رسالہ میں اسلامی، عیسائی، ہندی، آرین نمازوں کا مقابلہ کر کے اسلامی نماز کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

(۱۲)

تغلیبِ اسلام

مہاشہ دھرمپال نے اسلام کے خلاف "تہذیب الاسلام" کے نام سے چار جلدوں میں ایک کتاب لکھی۔ جس میں اسلام پر ناروا حملے کئے۔ مولانا ثناء اللہ مرحوم نے چار جلدوں میں ہی اس کا جواب "تغلیب الاسلام" کے نام سے دیا۔

تغلیب الاسلام جلد اوّل

طبع اوّل فروری ۱۹۰۵ء صفحات ۸۹

اس میں تہذیب الاسلام جلد اوّل کے ۱۶۱ اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔

٭

تغلیب الاسلام جلد دوم

طبع اوّل مئی ۱۹۰۵ء صفحات ۱۲۵

اس میں "تہذیب الاسلام" جلد دوم کے ۱۷۱ اعتراضات کا جواب ہے۔ مقدمہ میں ستیارتھ پرکاش کے ۱۴ ویں باب سے سخت جملوں کی ایک فہرست شامل کر دی ہے جو صفحہ ۳ تا ۷ تک محیط ہے۔

تغلیب الاسلام جلد سوم

طبع اول اکتوبر ۱۹۰۵ء صفحات ۷۴

اس میں تہذیب الاسلام جلد سوم کے ۱۹۱ اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔

"تہذیب الاسلام" جلد سوم میں مہاشہ دھرمپال نے اکثر وہی اعتراضات کئے ہیں، جو سوامی دیانند سرسوتی نے ستیارتھ پرکاش میں کئے تھے۔ اور مولانا اس کا جواب "حق پرکاش" میں دے چکے تھے۔

تغلیب الاسلام جلد چہارم

طبع اول جنوری ۱۹۰۶ء صفحات ۷۶

اس میں "تہذیب الاسلام" جلد چہارم میں کئے گئے ۱۶۱ اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔ اس جلد پر اس اہم سلسلہ کا اختتام ہو جاتا ہے جس کی ابتدا ترکِ اسلام سے ہوئی تھی۔ اور میدان مولانا مرحوم کے ہاتھ رہا۔ مہاشہ دھرمپال نے اس کشمکش کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے، کہ

> "ترکِ اسلام" کے مصنف نے "تہذیب الاسلام" کے جواب میں قلم اٹھایا۔ تو میں نے "ترکِ اسلام" کے مقابلہ میں دوبارہ قلم اٹھانے سے انکار کر دیا اس طرح ہماری پہلی جنگ کا خاتمہ ہو گیا [1]

---

[1] المسلم دسمبر ۱۹۱۴ء

(۱۳)

القرآن العظیم

طبع اوّل ۱۹۰۷ء ۔ طبع دوم ۱۹۱۰ء صفحات ۲۴

دسمبر ۱۹۰۷ء میں آریہ سماج کا سالانہ جلسہ لاہور میں منعقد ہوا۔ جس میں مولانا ثناء اللہ کو ایک مقالہ پڑھنے کی دعوت دی گئی۔

مولانا نے "القرآن العظیم" کے نام سے ایک مقالہ تیار کیا مگر آریہ لیڈروں کی بدعہدی کی وجہ سے شریک جلسہ نہ ہو سکے۔ تو آپ نے اس مقالہ کو کتابی صورت میں شائع کر دیا۔

اس مقالہ میں قرآنِ کریم کا الہامی ہونا ثابت کیا گیا ہے۔

(۱۴)

مرقع دیانندی

طبع اوّل ۱۹۰۸ء ۔ صفحات ، ۸۸

اس رسالہ میں سوامی دیانند بانی آریہ سماج کے مقرر کردہ اصولوں سے اُن کے نظریات کی تردید کی گئی ہے۔

مولانا فرماتے ہیں :

"دیانندی دوستو! یہ ویدک ودیا کہیان نہیں ہے کہ اڑنگ برڑنگ جو زبان پر آیا۔ اس کا نور برساتے چلے گئے۔ بلکہ میدان مناظرہ ہے اس کے اندر قدم رکھنا بڑے بڑے ودانوں کا کام ہے" ؎

اندریں دشت کہ خورش بعصا راہ رود
مصلحت نیست کہ تشنہ دہ گذاری پارا

٭٭٭٭٭

(۱۵)

رجم الشیاطین بجواب اساطیر الاولین

طبع اوّل ۱۹۰۹ء ، صفحات ۱۶

"اساطیر الاولین" کے نام سے مہاشہ دھرمیال نے ایک چھوٹا سا رسالہ لکھا تھا مولانا نے اس کا جواب "رجم الشیاطین" کے نام سے دیا۔ اور مہاشہ کی مزعومات کا پردہ چاک کیا۔ یہ رسالہ "تبر اسلام" کے ساتھ شائع ہوا تھا۔

(۱۶)

تبر اسلام

طبع اوّل ۱۹۰۹ء ۔ طبع دوم ۱۹۱۱ء صفحات ۸۶

مہاشہ دھرمیال نے اپنے مرتد ہونے کے بعد کئی ایک کتابیں لکھیں جیسے "ترک اسلام" "تہذیب الاسلام" "اساطیر الاولین" اور "نخل اسلام"۔

"نخل اسلام" کا انداز اور لب و لہجہ اس کی کتابوں سے زیادہ تلخ تھا۔ مولانا فرماتے ہیں:

"دھرمیال کی یہ کتاب (نخل اسلام) نہایت ہی زہریلی تھی۔"

مولانا نے اس کا جواب "تبر اسلام" سے دیا۔ اور مہاشہ کی طرف سے اٹھائے گئے اعتراضات کا تسلی بخش جواب دیا۔ جب "تبر اسلام" شائع ہوئی تو مہاشہ دھرمیال اس کا جواب نہ دے سکے۔ اور دوبارہ حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے اور اپنی تمام کتابیں ۱۱ رجون ۱۹۱۵ء کو جلا کر خاکستر کر دیں۔ "تبر اسلام" کے شائع ہونے پر اخبارات نے عمدہ الفاظ میں تبصرہ کیا۔[1]

[1] علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ ۹ مئی ۱۹۰۹ء

(۱۷)

بحثِ تناسخ

طبع اوّل ۱۸۹۹ء، طبع دوم ۱۹۰۱ء، طبع سوم ۱۹۰۴ء، طبع چہارم ۱۹۰۹ء
طبع پنجم ۱۹۲۱ء، صفحات ۴۶

یہ رسالہ اس تحریری مناظرہ کی مکمل روئداد ہے۔ جو تناسخ کے موضوع پر مولانا ثناء اللہ مرحوم اور ماسٹر آتما رام کے درمیان کئی ہفتے جاری رہا اور بالآخر کامیابی اہل حق کو نصیب ہوئی۔ مولانا کتاب کے آخر میں فرماتے ہیں۔

دوستانہ دعوت:

"اگر کوئی شخص کسی کو یہ بتلا دے کہ تیرے کپڑے میں سانپ ہے، تو کون کہے گا کہ اُس نے برا کیا۔ اسی طرح ہم بھی بنظرِ ہمدردی بنی نوع اپنے ملکی بھائیوں سے کہیں کہ، تمھاری نجات کے لیے اسلام ہی سچا مذہب ہے تو غالباً کوئی ناراضگی کی وجہ نہیں۔ ہاں ان کا حق ہے کہ اسلام کے متعلق اگر ان کے شبہات ہوں تو دفعیہ کرائیں جس کے لیے ہم حاضر ہیں۔ لیکن یہ کہنا بھی انصاف سے باہر نہیں۔ کہ اس قسم کی بحث کرنے والا اگر کوئی سوسائٹی (جماعت) کی طرف سے پیش ہو تو بہ نسبت فرداً فرداً کے زیادہ مفید اور آسان ہے۔ ہاں جو لوگ اپنی الہامی کتاب سے واقف ہوں گے وہ اس شرط سے مستثنیٰ ہوں گے[1]

(الداعی ابوالوفاء ثناء اللہ، امرتسر)

*****

---

[1] بحث تناسخ ص ۸۰ طبع پنجم

(۱۸)

ثمراتِ تناسخ

طبع اوّل ۱۹۱۰ء، صفحات ۵۲

اس رسالہ میں تناسخ پر بڑی خوبصورتی سے بحث کی گئی ہے۔

مولانا فرماتے ہیں!

"اسلام اور ویدک دھرم (ہندو آریہ) میں یوں تو کئی ایک مسائل مختلفہ ہیں لیکن تناسخ کا مسئلہ ایک ایسا ہے کہ اس پر ویدک دھرم کو بہت ناز ہے۔ اس لیے اس مسئلے کو دونوں مذاہب میں حد فاصل کیا جائے تو بے جا نہیں۔ مسئلہ تناسخ پر فریقین کے لیے منقولی اور معقولی بحث کے لیے میدان وسیع ہے۔ یہ رسالہ بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ ناظرین اسے دیکھ کر محظوظ ہوں گے۔ اور مصنف کے لیے دعائے خیر کریں گے"!

(۱۹)

قرآن اور دیگر کتب

طبع اوّل ۱۹۱۰ء، صفحات ۱۶

مولانا نے "قرآن اور دیگر کتب" کے عنوان سے ایک لیکچر دیا تھا جس میں آپ نے وید، انجیل اور قرآن کا موازنہ کرتے ہوئے قرآن مجید کی برتری ثابت کی تھی۔ بعد میں یہ لیکچر کتابی صورت میں شائع کیا گیا۔

* * *

---

(۲۰)

جہاد وید

طبع اوّل ۱۹۱۱ء ، صفحات ۴۰

اس کتاب میں جہاد کا ثبوت وید منتروں سے پیش کر کے اسلامی جہاد پر آریوں کی لب کشائی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند کر دی گئی ۔

(۲۱)

باعث سرور در مباحثہ جبل پور

طبع اوّل ۱۹۰۶ء صفحات ۹۲

یہ اُس مباحثہ کی روئداد ہے جو مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب اور آریہ سماج کے رہنماؤں کے ساتھ ۳۱ مئی تا ۲ جون ۱۹۱۴ء جبل پور میں ہوا ۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کو فتح نصیب فرمائی ۔

مناظرہ ۳۱ مئی ۱۹۱۴ء

مضمون بحث ! توحید فی الصفات یا حدوث قدوم روح و مادہ ۔

مناظرہ یکم جون ۱۹۱۴ء

مضمون بحث ! ویدک دھرم عالمگیر ہے یا دین اسلام

مناظرہ ۲ جون ۱۹۱۴ء

مضمون بحث ! مسئلہ تناسخ

آریہ کی طرف مہاشہ دھرم بیر جی آگرہ نواسی ، ڈاکٹر پنڈت لکشمی دت اور صدر مناظرہ پادری ہنسلی نے حصہ لیا ۔

یہ رسالہ اس مناظرہ کی تفصیل میں ہے ۔ شروع میں فضل دین صاحب سکرٹری انجمن ضیاء الاسلام جبل پور کا ایک مقدمہ بھی ہے جو صفحہ ۲۵ تک محیط ہے ۔

فتح اسلام یعنی مناظرہ خورجہ

طبع اوّل ۱۹۱۷ء صفحات ۶۶

یہ مناظرہ آریہ رہنماؤں مہاشہ شانتی سروپ اور بابو رام چندر دہلوی سے ۲۰ تا ۲۲ مارچ ۱۹۱۷ء کو مدرسہ قاسم العلوم خورجہ ضلع بلند شہر میں ہوا تھا۔

اس مناظرہ کا پس منظر بڑا دلچسپ ہے۔

مولانا مبارک حسین سنبھلی مدرسہ قاسم العلوم خورجہ کے صدر مدرس تھے۔ دیوبندی مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔ بہت بڑے عالم اور مناظر تھے۔ آپ کا مناظرہ پنڈت چندر پرکاش ایڈیٹر آریہ گزٹ سے ہوا۔ جس میں آریہ مناظر شکست کھا گئے اور شکست کے بعد اسلام قبول کر لیا۔ عبدالرحمٰن نام رکھا اور اسلام کی خدمت میں مشغول ہو گئے۔ اور ان کے ساتھ اور کئی ہندو حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

اس سے آریہ سماج میں آگ لگ گئی اور آریوں نے ایک عظیم الشان مناظرہ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ ادھر مسلمانوں نے بھی لبیک کہا اور بڑے بڑے مناظر خورجہ جمع ہوئے مثلاً علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری (م ۱۳۵۲ھ) مولانا مرتضیٰ حسن مراد آبادی (م ۱۳۷۱ھ) مگر طے پایا۔ کہ اہلِ اسلام کی طرف سے شیخ الاسلام امام الناظرین مولانا ابو الوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری کو پیش کیا جائے۔

یہ تحریری مناظرہ "مذہب حق کی تحقیق" پر ہوا اور صرف پانچ پرچے ہی ہوئے تھے کہ آریہ مناظر نے اپنی عافیت اسی میں سمجھی کہ مناظرہ کو ختم کر دیا جائے۔ مولانا مرحوم کے جوابات اتنے جامع تھے۔ کہ مولانا سید انور شاہ صاحب نے ان کو دیکھ کر اپنا یہ فیصلہ لکھا۔ کہ:

"ہم بحیثیت پنچ ہونے فتح اسلام کی ڈگری دیتے ہیں" اور وکیل آریہ سماج نے تسلیم کیا۔ کہ وید میں غیر خدا کی عبادت کا حکم ہے۔

ہرگز خدا کی کتاب نہیں ہوسکتی۔ مولانا سید انور شاہ صاحب نے فتح اسلام کا جو فیصلہ دیا ہے۔ وہ بالکل واقعات پر مبنی اور سچا ہے۔[1]

(۲۳)

محمد رشی

طبع اوّل ۱۹۲۳ء امرتسر صفحات ۱۹۔ طبع دوم ۱۹۵۷ء بمبئی صفحات ۲۵

اس رسالہ میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ثبوت، وید، تورات اور انجیل سے دیا گیا ہے۔

یہ رسالہ مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی (م ۱۳۷۵ھ) کے بسیط رسالہ "بشارات محمدیہ" کی تلخیص ہے۔ اور اس میں صرف وید، توراۃ اور انجیل سے پیش گوئیاں نقل کی گئی ہیں۔

(۲۴)

الہامی کتاب

طبع اوّل ۱۸۹۸ء۔ طبع دوم ۱۹۰۷ء۔ طبع سوم ۱۹۱۳ء صفحات ۱۹۲

طبع چہارم ۱۹۲۳ء صفحات ۱۹۲

یہ ایک مباحثہ کی روئداد ہے۔ جو ماسٹر آتمارام امرتسری مترجم ستیارتھ پرکاش ایڈیٹر آریہ مسافر اور مولانا ثناء اللہ صاحب کے درمیان موضوع "وید اور قرآن" پر ہوا۔ یہ مباحثہ ۹۸-۱۸۹۷ء میں آریوں کے ماہواری رسالہ "آریہ مسافر" جالندھر میں چھپتا رہا یہ تحریری مباحثہ بڑا دلچسپ ہے۔ اس میں ماسٹر آتمارام وید کو الہامی کتاب ثابت کرتے

---

[1] فتح اسلام ص ۶۱

کی کوشش کی۔ اور مولانا امرتسری نے اس کی تردید کی اور قرآن مجید کو الہامی کتاب ثابت کیا۔ آخر اس کا فیصلہ !

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۝

(۲۵)

مقدس رسول

طبع اوّل ۱۹۲۴ء امرتسر، صفحات ۸۰ طبع دوم ۱۹۲۵ء۔ طبع سوم ۱۹۶۰ء
طبع چہارم ۱۹۶۲ء (گوجرانوالہ)۔ طبع پنجم ۱۹۶۴ء (سرگودھا)
طبع ششم ۱۹۷۰ء (دہلی)۔ طبع ہفتم ۱۹۸۰ء (دہلی)
طبع ہشتم ۱۹۸۲ء (ندوۃ المحدثین گوجرانوالہ)
صفحات ۱۲۰

۱۹۲۴ء میں ایک گمنام آریہ نے 'رنگیلا رسول' کے نام سے ایک زہریلی کتاب شائع کی جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر ناروا حملے کیے گیے۔ مولانا فرماتے ہیں ! کہ

"آریوں نے رنگیلا رسول کے نام سے ایک کتاب شائع کی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر سخت ناپاک حملے کیے جس کی وجہ سے ملک میں اِس سرے سے اُس سرے تک آگ لگ گئی۔ اور مسلمان گویا متوالے پھرتے تھے۔ کہ یہ کیا اندھیرا ہے۔ کہ ذات قدسی صفات پر ایسے حملے ہو رہے ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ کوئی عالم جواب نہیں دیتا۔ بقول !

"بلائیں حسنِ جاناں کی اگر لیں گے۔ تو ہم لیں گے"

اس کے جواب میں 'مقدس رسول' لکھا۔ بفضلہٖ تعالیٰ یہ بھی ایسا مقبول ہوا۔ کہ

اس کے بعد کسی عالم نے رنگیلا رسول کے جواب میں قلم نہیں اٹھایا۔ کیونکہ کی ضرورت ہی نہیں سمجھی۔ نہ آریوں نے اس کا جواب الجواب دیا[1]

اس رسالہ کو مشاہیر علمائے کرام نے بنظرِ استحسان دیکھا۔ اور اس پر بہترین تقاریظ لکھیں۔

مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی (م ۱۳۷۲ھ) نے لکھا کہ:

"مولانا ثناء اللہ صاحب نے یہ رسالہ لکھ کر مسلمانوں پر احسانِ عظیم کیا ہے۔"

اور اخبار وکیل امرتسر نے اپنی اشاعت ۶ ستمبر ۱۹۲۴ء میں لکھا:

"جس قدر رنگیلا رسول، اشتعال انگیز، فحش اور دائرہ تہذیب ہے۔ اسی قدر 'مقدس رسول' انتہائی تحمل، متانت اور شائستگی کو لیے ہوئے ہے"

اور اخبار زمیندار لاہور نے اپنی اشاعت ۲۲ جنوری ۱۹۲۵ء میں لکھا:

"مولانا ثناء اللہ نے گندگی کا پاکیزگی سے اندھیرے کا اجالے اور بدتمیزی کا سنجیدگی اور متانت سے جواب دیا ہے"

مولانا امرتسری "اسی رسالہ کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتے تھے"۔[2]

(۲۶)

ثنائی پاکٹ بک

طبع اوّل ۱۹۳۴ء (امرتسر) صفحات ۹۶ - طبع دوم ۱۹۸۲ء (لاہور) صفحات ۹۶

مولانا مرحوم اس کتاب کی تالیف کی وجہ یہ بیان فرماتے ہیں:

"پہلے یہ دستور تھا۔ کہ ایک مصنف کی کل تصنیفات کو ایک جلد (اگر اس میں آسکیں) جمع کرا دیا جاتا تھا۔ جس کا نام ہوتا کلیات فلاں' آج کل ایک جدت یہ ہوئی ہے۔ کہ جملہ مذاہب کے متعلق مفصل یا مختصر لکھا جائے۔ اس کا نام رکھا جاتا ہے۔

---

[1] اہلحدیث امرتسر ۲۳ جنوری ۱۹۴۲ء [2] اسلام اور مسیحیت ص ۶ طبع لاہور

و ڈائری یا پاکٹ بک،۔

احباب کا عرصہ سے تقاضا ہے کہ میں بھی ایک پاکٹ بک تیار کر کے ان کے ہاتھوں میں دے دوں۔ تاکہ ہر مذاہب کے مقابلے میں ان کے کام آئے۔ یہ ثنائی 'پاکٹ بک' اسی فرمائش کی تعمیل ہے۔"

اس پاکٹ بک میں جن فرقوں پر گفتگو کی گئی ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے۔

دہریہ۔ عیسائی۔ ہندو آریہ۔ رادھا سوامی۔ سکھ۔ منکرین نبوت۔ منکرین نبوت محمدیہ۔ فرقہ بہائیہ۔ شیعہ۔ مرزائیہ۔ اہل قرآن۔ نیچریہ۔ اہلحدیث۔

آریہ دھرم کے تحت ان کے خاص مسائل۔ قدامت سلسلہ دنیا (ص ۲۰) اور مسئلہ تناسخ (ص ۲۲) پر بحث کی گئی ہے۔

(۲۷)

نکاح آریہ

طبع اول ۱۹۲۵ء صفحات ۴۰

آریوں کے نزدیک دین کی سچائی کا معیار عقل ہے۔ مولانا ثناء اللہ نے اسی معیار کو سامنے رکھ کر اسلام اور آریہ سماج کی تعلیمات کا مقابلہ کیا ہے۔ اور یہ ثابت کیا ہے کہ آرین تعلیمات نہ صرف عقل بلکہ فطرت سے بھی متصادم ہیں۔ مولانا نے اس رسالہ میں جن مباحث پر بحث کی ہے وہ یہ ہیں:

۱۔ نکاح کی ضرورت اور غرض
۲۔ نکاح کس عمر میں
۳۔ نکاح کس عورت سے ہو
۴۔ بیاہ کی قسمیں
۵۔ نکاح کرنے کا طریق
۶۔ نکاح غیر منفک ہے یا قابل نسخ
۷۔ میاں بیوی کے ملاپ کا طریق
۸۔ نکاح بیوگان

آریہ نکاح بیوگان پر زور تو دیتے ہیں۔ مگر ایسی بیوگان کا نکاح جائز نہیں سمجھتے جو خاوندوں سے مل چکی ہیں۔ اس مسئلہ پر مولانا نے تفصیل سے بحث کی ہے۔ شروع رسالہ میں شریعت اسلامیہ

کی روشنی میں نکاح کیوں ہوتا ہے کے عنوان سے بحث کی ہے۔ اور آخر رسالہ میں آرین عقائد کی تردید کی ہے۔

(۲۸)

اُصول آریہ

طبع اوّل ۱۹۲۶ء۔ طبع دوم ۱۹۲۹ء صفحات ۲۶

اس رسالہ میں مادہ، رُوح اور سلسلہ کائنات کا حدوث پر دلائل عقلیہ سے بحث کی گئی ہے

مولانا فرماتے ہیں!

"اگر سلسلہ دنیا کی قدامت باطل ہو جائے۔ روح اور مادہ کی قدامت کا طریقہ غلط ہو جائے تو آریہ سماج کا کوئی اصول باقی نہیں رہ سکتا۔

اس لیے ہم نے یہ رسالہ لکھا ہے۔ تاکہ اس اصل الاصول کو توڑ کر ہم مسلمان ہمیشہ کے لیے سماجی مناظرہ سے فارغ ہو جائیں"

(۲۹)

ہندوستان کے دو ریفارمر

طبع اول ۱۹۳۷ء صفحات ۳۲

اس رسالہ میں ہندوستان کے دو مدعیان اصلاح کی بدزبانیوں کے نمونے دکھلائے گئے ہیں۔

۱۔ شری سوامی دیانند سرسوتی جو آریہ سماج کے قائد و رہنما تھے۔

۲۔ مرزا غلام احمد قادیانی جو قادیانی امت کے نبی و رسول تھے۔

سوامی دیانند کی بدزبانی کے نمونے صفحہ ۱ تا ۲۱ میں ۸۹ نمونے پیش کیے گئے ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی بدزبانی کے نمونے صفحہ ۲۱ تا ۳۲ میں ۲۲ نمونے نقل کیے گئے ہیں۔

٭٭٭٭

(۳۰)

تحریف آریہ

طبع اوّل ۱۹۴۳ء صفحات ۵۶

سوامی دیانند کی وفات کے بعد آریہ مشن کے رہنماؤں نے سوامی جی کی کتاب ستیارتھ پرکاش میں من مانی تبدیلیاں کر ڈالیں۔

مولانا مرحوم نے اس کتاب میں ستیارتھ پرکاش کے صرف ایک باب کا دو ایڈیشنوں میں مقابلہ کر کے تحریف کا ثبوت بہم پہنچایا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہندی متن بھی پیش کیا ہے۔ آریہ مباحث میں یہ ایک اچھوتی کتاب ہے۔

(۳۱)

مجموعہ رسائل متعلقہ بوید و قرآن

موضوع نام سے ظاہر ہے۔ لیکن یہ رسالہ میری نظر سے نہیں گزرا [۱]

(۳۲)

تعلیم الاسلام

یہ رسالہ مہاشہ دھرمپال کے ایک مضمون کا جواب ہے۔ مہاشہ نے کئی ایک رسائل اپنے زمانہ ارتداد میں لکھے۔ اور مولانا مرحوم نے ان تمام رسائل کا جواب دیا جس کی تفصیل آپ پڑھ آئے ہیں۔ تعلیم الاسلام بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے [۲]

ــ ــ ــ ــ ــ

---

[۱] حیات ثنائی طبع دہلی ص ۵۹۴   [۲] اشتہار صفحہ آخر تحریف آریہ

باب ۱۳

تردید قادیانیت

۱۔ الہامات مرزا معہ جواب آئینہ حق نما
۲۔ ہفوات مرزا
۳۔ صحیفہ محبوبیہ
۴۔ فاتح قادیاں
۵۔ آفتہ اللہ
۶۔ فتح ربانی در مباحثہ قادیانی
۷۔ عقائد مرزا
۸۔ مرقع قادیانی
۹۔ چیستانِ مرزا
۱۰۔ زار قادیاں
۱۱۔ فسخ نکاح مرزائیاں
۱۲۔ تاریخِ مرزا
۱۳۔ نکاح مرزا
۱۴۔ شاہ انگلستان اور مرزا قادیاں
۱۵۔ عجائبات مرزا
۱۶۔ قادیانی مباحثہ دکن
۱۷۔ شہادات مرزا ملقب عشرہ مرزائیہ
۱۸۔ نکاتِ مرزا
۱۹۔ ہندوستان کے دو ریفارمر
۲۰۔ محمد قادیانی
۲۱۔ مراق مرزا
۲۲۔ تعلیمات مرزا
۲۳۔ فیصلہ مرزا
۲۴۔ تفسیر نویسی کا چیلنج اور مرزا
۲۵۔ علم کلام مرزا
۲۶۔ بہاء اللہ اور مرزا
۲۷۔ عشرہ کاملہ
۲۸۔ اباطیل مرزا
۲۹۔ تحفہ احمدیہ
۳۰۔ مکالمہ احمدیہ حصہ اوّل
۳۱۔ بطش قدیر بر قادیانی تفسیر کبیر
۳۲۔ لیکھرام اور مرزا
۳۳۔ ناقابل مصنف مرزا
۳۴۔ محمود مصلح موعود
۳۵۔ رسائل اعجازیہ
۳۶۔ تحفہ مرزائیہ

قادیانی تحریک اور خدمات اہلحدیث

قادیانی تحریک سے متعلق مولانا ثناء اللہ صاحب نے جو گرانقدر علمی خدمات سرانجام دی ہیں وہ تاریخ میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اور خود بانی تحریک احمدیہ مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے۔ چنانچہ انھوں نے ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کے اشتہار جس کا عنوان تھا:

مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ

اس میں مرزا قادیانی نے لکھا:

"مولوی ثناء اللہ نے مجھے بہت بدنام کیا۔ میرے قلعے کو گرانا چاہا۔ وغیرہ! اس لیے میں دعا کرتا ہوں کہ ہم دونوں میں جو جھوٹا ہے۔ وہ سچے کی زندگی میں مر جائے۔"

کوئی خاص وقت تھا۔ جب یہ دعا مرزا صاحب کے منہ سے نکلی۔ اور اس اشتہار کے مطابق مرزا صاحب ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو انتقال کر گئے۔ اور مولانا امرتسری اس کے بعد ۴۰ سال (مارچ ۱۹۴۸ء) تک زندہ رہے۔

تردید قادیانیت کے سلسلہ میں علمائے اہلحدیث نے جو خدمات سرانجام دی ہیں۔ اہل علم نے اس کا اعتراف کیا ہے۔

مشہور صحافی آغا شورش کاشمیری (م ۱۳۹۵ء) لکھتے ہیں:

"علمائے اہلحدیث نے مرزا صاحب کے کفر کا فتویٰ دیا۔ ان کا فتویٰ فتاویٰ نذیریہ ج اول کے صفحہ ۴ پر موجود ہے۔ مرزا صاحب اس فتویٰ سے تلملا اٹھے اور میاں صاحب کو مناظرہ کا چیلنج دیا۔ میاں صاحب سو برس سے اوپر ہو چکے تھے اور انتہائی کمزور تھے۔ آپ نے مرزا صاحب کے چیلنج کو اپنے تلامذہ کے سپرد کیا۔ مرزا صاحب اپنی عادت کے مطابق فرار ہو گئے۔ جن علمائے اہلحدیث نے مرزا صاحب اور ان کے بعد قادیانی امت کو زیر کیا ان میں مولانا

محمد بشیر سہوانی، قاضی محمد سلیمان منصور پوری اور مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی سرفہرست تھے۔ لیکن جس شخصیت کو علماء اہلحدیث میں فاتح قادیان کا لقب ملا وہ مولانا ثناء اللہ امرتسری تھے۔ انھوں نے مرزا صاحب اور ان کی جماعت کو لوہے کے چنے چبوا دیئے۔ اپنی زندگی ان کے تعاقب میں گزار دی۔ اُن کی بدولت قادیانی جماعت کا پھیلاؤ رُک گیا۔ مرزا صاحب نے تنگ آکر انھیں خط لکھا۔ کہ میں نے آپ سے بہت دکھ اُٹھایا ہے۔ اور صبر کرتا رہا ہوں۔ اگر میں کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ آپ لکھتے ہیں۔ تو آپ کی زندگی میں ہلاک ہو جاؤں گا۔ ورنہ آپ سنت اللہ کے مطابق مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے۔ خدا آپ کو نابود کر دے گا۔ خداوند تعالےٰ سے دُعا ہے۔ کہ وہ مفسد اور کذاب کو صادق کی زندگی میں اُٹھا لے

(خط مورخہ ۱۵ر اپریل ۱۹۰۷ء)

اس خط کے ایک سال ایک ماہ اور بارہ دن بعد مرزا صاحب لاہور میں اپنے میزبان کے بیت الخلاء میں دم توڑ گئے۔ مولانا ثناء اللہ نے ۱۵ر مارچ ۱۹۴۸ء کو سرگودھا میں رحلت فرمائی۔ وہ مرزا صاحب کے بعد ۴۰ سال تک زندہ رہے۔ اُن کے علاوہ مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی مولانا عبداللہ معمار، مولانا محمد شریف گھڑیالوی، مولانا عبدالرحیم لکھوالے، مولانا حافظ عبداللہ روپڑی، مولانا حافظ محمد گوندلوی، شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل گوجرانوالہ، مولانا محمد حنیف ندوی، بابو حبیب اللہ، اور حافظ محمد ابراہیم کمیر پوری وغیرہ نے قادیانی اُمت کو ہر دینی محاذ پر خوار کیا۔ اس سلسلہ میں غزنوی خاندان نے عظیم خدمات سرانجام دیں۔ مولانا سید داؤد غزنوی جو جماعت اہلحدیث کے امیر اور مجلس احرار اسلام کے سیکرٹری رہے۔ اُنھوں نے اس محاذ پر بے نظیر کام کیا۔ فی الجملہ تحریک ختم نبوت کے اس آخری دور تک میرزائی، مسلمانوں سے الگ کیے گئے۔ اور آئینی اقلیت پا گئے۔

علماء نے حدیث قادیانیت کے تعاقب میں پیش پیش رہے۔ اور اس عنوان سے اتحاد بین المسلمین میں قابلِ قدر حصّہ لیا[1]

تردید قادیانیت کے سلسلہ میں جو قابلِ قدر علمی خدمات سرانجام دیں۔ اس کا تفصیلی جائزہ پیش کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ بانی تحریک قادیانیت مرزا غلام احمد قادیانی کے حالات اور اس تحریک کے جو اثرات برصغیر پر وارد ہوئے اس کا تذکرہ پیش کیا جائے۔

مرزا غلام احمد قادیانی

قادیانیت کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی ہیں۔ جن کی پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں ہوئی۔ انھیں بچپن میں چڑیاں پھنسانے کی عادت تھی۔ دیگر کھیل کود سے بھی دلچسپی رکھتے تھے۔ ضدی مزاج تھے۔ بچپن میں تعلیم کا آغاز ہو گیا تھا۔ بیس سال کی عمر تک تحصیل علم کیا۔ ۱۸۶۴ء میں اپنے والد کی پنشن کی ایک بھاری رقم لے کر فرار ہو گئے۔ اور پندرہ روپیہ ماہوار پر سیالکوٹ کچہری میں ملازمت اختیار کر لی۔ ۴ سال بعد ۱۸۶۸ء میں مختاری کے امتحان میں بیٹھے لیکن فیل ہو گئے۔ اس حادثہ ناکامی سے بددل ہو کر ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔ اور وطن واپس آ گئے۔ یہاں زمینداری اور مقدمہ بازی کے شغل میں ایک عرصہ گزارنے کے بعد ۱۸۷۷ء میں مذہبی اسٹیج پر نمودار ہوئے۔ اور ایک مناظرِ اسلام کے روپ میں اسلام کی پُرزور اور جذباتی وکالت کر کے عام مسلمانوں کو بہت جلد اپنی طرف مائل کر لیا۔ اسی دوران آپ نے تصوف کا روپ دھار کر مختلف حکمتوں اور تدبیروں سے خلقِ خدا پر اپنی بزرگی اور خدا رسیدی کا سکہ بٹھانا شروع کیا۔ پنجاب کی زمین اس مقصد کے لیے بڑی زرخیز ثابت ہوئی۔ چند برسوں میں آپ کا ایک وسیع حلقہ ارادت تیار ہو گیا۔ اب آپ نے پر پُرزے نکالنے شروع کر دیئے اور ۱۸۸۴ء تک اپنے آپ کو مامور من اللہ، مجدد وقت اور خدا کا الہام یافتہ قرار دیتے ہوئے مختلف نوع کے بہت سارے الہامات شائع کر دیئے۔ یہی موقع تھا۔ جب پہلی بار علماء چونکے اور انھوں نے

---

[1] تحریک ختم نبوت ص ۴۰، ۴۱۔

محسوس کیا۔ کہ مرزا صاحب اپنی ان کارروائیوں کے ذریعہ نبی بننے کی تیاری کر رہے ہیں۔ مگر مرزا صاحب نے ان کے اس قسم کے اندیشوں کی بڑی سختی کے ساتھ نفی کی ۔موصوف نے ختم نبوت کے عقیدہ میں بڑی پختگی کے ساتھ اپنے اٹل یقین کا اظہار کیا۔ اور اسے تسلیم نہ کرنے کو کفر قرار دیتے ہوئے لوگوں کو تقریباً مطمئن کر دیا۔

اس کے بعد مارچ ۱۸۸۹ء میں مرزا صاحب نے اپنے دام افتگان سے ایک دس نکاتی شرائط نامہ پر بیعت لے کر ایک باقاعدہ تنظیم کی داغ بیل ڈالی۔ اور اس تنظیم کو مستحکم بنیادوں پر استوار کر لینے کے بعد جنوری ۱۸۹۱ء میں اپنے مسیح موعود ہونے کا اعلان کر دیا۔ اور ساتھ ہی ایک پانچ نکاتی منصوبہ بھی شائع کیا جس کا مقصد تنظیم کے افراد کے درمیان باہمی ربط ، مالی انتظام اور تبلیغی کوششوں کو مزید وسعت اور استحکام دینا تھا۔ پھر ۱۸۹۲ء میں آپ نے اپنے مہدی موعود ہونے کا بھی باقاعدہ اعلان کر دیا۔ اور آخر کار ۱۹۰۱ء میں نبوت و رسالت کا دعویٰ کر بیٹھے جس پر مرتے وقت تک قائم رہے۔

مرزا صاحب کے دعوے ان ہی دائروں میں محدود نہ تھے بلکہ آپ نے مختلف اوقات میں خدائی صفات کے بھی دعوے کیے۔ کبھی دعویٰ کیا کہ مجھے مارنے اور جلانے کی قوت دی گئی۔ کبھی کہا کہ میں نے آسمان اور زمین پیدا کیے۔ کبھی ارشاد ہوا۔ کہ میں تقدیر کا لکھنے والا ہوں۔ اور کبھی دو ٹوک لفظوں میں فرمایا کہ میں بعینہٖ خدا ہوں۔ حد یہ ہے کہ اپنے آپ کو ابن مریم ثابت کرنے کے لیے ارشاد فرمایا کہ دو سال تک آپ پر نسوانی کیفیت یعنی صفت مریمیت طاری رہی۔ اسی دوران آپ کو حیض بھی آیا۔ پردے میں نشو ونما ہوئی خدا سے ایک نہانی تعلق قائم ہوا۔ یعنی خدا نے آپ کے ساتھ رجولیت کا اظہار فرمایا۔ اس تصرف سے آپ حاملہ ہوئے اور پھر اپنے حمل سے آپ خود ہی پیدا ہو کہ ابن مریم ہو گئے۔

ان دعووں کے ساتھ ساتھ مرزا صاحب اپنے پیرو کاروں کو مسلمانوں سے بالکل الگ تھلگ اور علیحدہ امت بنانے کی تیاریاں بھی کرتے رہے۔ چنانچہ رفتہ رفتہ انہوں نے اور ان کی امت کے اکابر نے اپنا خدا ، رسول ۔ کتاب ، شریعت ۔ عبادت ۔ قانون

مناکحت، دین اور شعائرِ دین، مقامات مقدسہ، تاریخی شخصیتیں، تعویم، کیلنڈر، جنت و دوزخ اور سزا و جزا کا معیار سب کچھ مسلمانوں سے الگ کر لیا۔ اور وہ ہر حیثیت سے ایک جداگانہ اُمت بن گئے۔

اس پورے عرصہ میں عالم اسلام کے ساتھ تصادم کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ تاہم مرزا صاحب اپنے شعبدوں اور حیلہ بازیوں کی بنیاد پر اپنے دام افتادوں کو اپنے پنجہ حیلہ وفن کے اندر جکڑے رہنے میں خاصے کامیاب رہے۔ مخالفین میں سے مولانا ثناء اللہ امرتسری کا وار مرزا صاحب کے لیے سب سے زیادہ پُرخطر اور صبر آزما ہوا کرتا تھا اس لیے مرزا صاحب نے ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک طوفانی اشتہار شائع کیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ مرزا صاحب اور مولانا ثناء اللہ میں سے جو جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں ہلاک ہو جائے گا۔ اس اشتہار کے مطابق مرزا صاحب ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو انتقال کر گئے اور مولانا امرتسری اس کے بعد ۴۰ سال (مارچ ۱۹۴۸ء) تک زندہ رہے۔

مرزا صاحب کی تحریک جہاں اپنے ظاہری رُخ کے لحاظ سے محض ایک مذہبی تحریک تھی۔ وہیں اپنی خفیہ سرگرمیوں اور بنیادی مقاصد کے لحاظ سے ایک خطرناک سیاسی تحریک تھی۔ یہ وہ دور تھا۔ جب برطانوی استعمار عالم اسلام کے ایک بڑے حصے پر مضبوطی کے ساتھ اپنا پنجہ گاڑ چکا تھا۔ اور بچے کھچے عالم اسلام کو اپنے پنجۂ اقتدار میں جکڑنے کے لیے طرح طرح کی سازشوں کے تانے بانے تیار کر رہا تھا لیکن ابھی مسلم حلقوں سے جہاد کے نعرے سنائی دے رہے تھے۔ یورپ کا 'مرد بیمار' ترکی نئی طاقت و توانائی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ سامراج کے زیر اقتدار مسلم ریاستوں میں آئے دن بغاوت کے لاوے پھوٹ رہے تھے۔ اور نہتے باغیوں کی مثالی جرأت وشجاعت اور بے نظیر فوجی کارناموں پر بڑے بڑے جرنیل اور کرنیل انگشت بدنداں رہ جاتے تھے۔ ان کے جوشِ جہاد اور شوقِ شہادت کے لیے یہ تصور آگ پر تیل کا کام دے رہا تھا کہ ظہورِ مہدی اور نزولِ مسیح کا زمانہ قریب آچکا تھا۔ ان حالات کے پیش نظر انگریزوں کو اپنی جرأت وشجاعت اور اپنی فوجی حکمت عملی کے بجائے اپنی عیاری ومکاری اور

روباہی وچالبازی پر زیادہ بھروسہ کرنا پڑ رہا تھا۔ اور اس مقصد کے لیے انھیں مختلف قوموں کے مقابلے میں خود انہی قوموں کے افراد آلۂ کار کی حیثیت سے مطلوب تھے۔ ہندوستانی مسلمانوں کے مقابلے میں انھوں نے اپنے لیے جس کو آلۂ کار کا انتخاب کیا تھا وہ تھے

"مرزا غلام احمد قادیانی اور احمد رضاخاں بریلوی [1]"

مرزا صاحب نے انگریزوں کے خلاف جہاد کو زبردست حرامکاری اور گناہ کبیرہ بتلایا۔ کسی جنگجو اور فاتح مہدی اور مسیح کی آمد کے تصور اور انتظار کو دماغی فتور قرار دیا۔ انگریزوں کی وفاداری وحمایت کو فریضہ شرعی ٹھہرایا۔ اور ان مقاصد کی اشاعت کے لیے اس قدر لٹریچر شائع کیا جس سے بقول ان کے پچاس الماریاں پُر ہو سکتی تھیں۔ پھر اپنی ان مساعی کو ہندوستان کی حدود تک محدود رکھنے کی بجائے عراق وعرب اور روم ومصر وشام تک پہنچا دیا۔ اور اس طرح مسلمانوں کی ایک بہت بڑی جماعت کو انگریزوں کے لیے ہموار کر دیا۔ اور اسی دوران اپنے پیروکاروں کو انگریزی حکومت کی ایسی جانثار فوج بنا دیا جس کا ظاہر وباطن جذبۂ خیر خواہی اور وفاداری سے بھرا ہوا تھا۔

مرزا صاحب نے مسلمانوں کے خلاف جاسوسیاں کیں۔ اور جذبہ بغاوت رکھنے والوں کی تفصیلات رازہائے سربستہ کی طرح حکومت کی خدمت میں پیش کیں۔ اور دیگر مسلم ممالک میں بھی ان کے جاسوس سرگرم رہے۔ اسی جرم میں کابل کے اندر مرزا صاحب کی زندگی میں متعدد قادیانی سنگسار کیے گئے۔ ماریشس کے مسلمانوں کے خلاف بھی ان کی ریشہ دوانیاں چلتی رہیں۔ جنگ عظیم اول کے دوران انگریزوں کو قادیانی امت مالی اور فوجی امداد دیتی رہی۔ اور پھر ان کی فتح اور عالم اسلام کے سقوط پر قادیان میں مثالی جشن منایا گیا۔ برصغیر کی ہر سیاسی تحریک میں قادیانیوں نے مسلم دشمن موقف اختیار کیا۔ آزادی کے بعد پاکستان میں قادیانیوں نے فوج کے اندر اور باہر اپنا تسلّط رکھ کر

---

[1] ان کا تذکرہ آئندہ اوراق میں ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۲

یہاں کے عوام کو مسلسل اذیت پہنچائی ۔ انھیں کچلتے اور ان کی حق تلفی کرتے رہے۔ اور اپنے سامراجی آقاؤں کی خوشنودی کے لیے ایسے حالات برپا کرنے کے لیے کوشاں رہے۔ جس سے ملک میں عدم استحکام، بلکہ تباہی و بربادی اور شکست و ریخت کی صورت رونما ہو۔ اور اس میں انھیں ایک حد تک کامیابی ہوئی ۔ ان کی سازش سے پاکستان دو ٹکڑے ہوا۔ پھر بچے کھچے پاکستان میں گھناؤنی سازشیں کرتے رہے بری، بحری اور ہوائی فوج میں کلیدی آسامیوں پر پنجے گاڑنے کی بھرپور کوشش کی۔ اور اس کے ساتھ توڑ پھوڑ کا آغاز کر دیا۔ اس پر مسلمان چونکے اور ان کے عام مطالبے پر پارلیمنٹ نے قادیانی عقائد کی مکمل تحقیق کر کے انھیں ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔

یہ ہے قادیانیوں کی اصل تصویر۔ جس پر پردہ ڈال کر وہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے رہے[1]

(۱)

الہاماتِ مرزا

طبع اوّل ۱۹۰۱ء ۔ طبع دوم ۱۹۰۳ء ۔ طبع سوم ۱۹۰۴ء ۔ طبع چہارم ۱۹۰۶ء
طبع پنجم ۱۹۲۱ء ۔ طبع ششم ۱۹۲۸ء صفحات ۱۳۲

قادیانیت کے رد میں مولانا ثناء اللہ کی غالباً یہ اوّلین تصنیف ہے جو اپنے موضوع پر شاہکار کی حیثیت رکھتی ہے ۔ یہ کتاب مرزا صاحب قادیانی کی زندگی میں چار بار شائع ہوئی۔ اس کتاب میں مولانا نے مرزا صاحب کی پیشگوئیوں کا جائزہ لیا ہے۔ اور ہر پیش گوئی پر کئی پہلو سے بحث کی ہے ۔ اور مرزا صاحب کی تحریرات اور بیانات کی روشنی میں بدلائل ثابت کیا ہے کہ مرزا قادیانی کی ہر پیشین گوئی جھوٹی ثابت ہوئی ہے ۔

[1] فتنہ قادیانیت اور مولانا ثناء اللہ مطبوعہ بنارس ص ۱۱ تا ۱۵

اس کتاب کی اشاعت سے قادیانیوں کی صفوں میں ہلچل مچ گئی۔ اور مرزا صاحب کے ایک خاص مرید ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی ۱۹۰۶ء میں قادیانیت سے تائب ہو گئے اور مرزا صاحب کی تردید اور مخالفت میں ایک اہم کردار ادا کیا۔

مولانا ثناء اللہ نے یہ رسالہ بڑی تحقیق اور محنت سے لکھا۔

مولانا فرماتے ہیں!

"میں نے قادیانی مذہب کے متعلق کیا کیا محنت اور تحقیق کی ہے.... کہ خود مرزا صاحب کے کسی مرید نے بھی نہ کی۔ بلکہ میں نے بھی کسی اور مذہب (آریہ وغیرہ) کی جانچ پڑتال کے لیے اتنی محنت نہ کی ہو گی۔ اسی محنت کا نتیجہ یہ "الہامات مرزا" ناظرین کے سامنے موجود ہے۔[۱]

اس صورت حال سے تنگ آکر جون ۱۹۱۱ء میں قادیانیوں نے "آئینہ حق نما" کے نام سے ایک رسالہ 'الہامات مرزا' کے جواب میں شائع کیا۔

مولانا فرماتے ہیں!

"جواب کیا ہے۔ فحش گالیوں اور بدزبانیوں کو الگ کر کے بجائے تردید کے بفضلہٖ تعالیٰ تائید ہے۔"

مجھے اس رسالہ آئینہ کے دیکھنے سے قادیانی جماعت پر پہلے کی نسبت زیادہ بدگمانی ہو گئی۔ کیونکہ میں نے اس میں دیکھا کہ وہ ایسی بات کہتے ہیں۔ جن کی بابت میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں۔ کہ کہنے والے کا ضمیر خود اس کو ملامت کرتا ہے۔ الفاظ دل اور قلم سے نہیں نکلتے۔ مگر زور سے نکالے جاتے ہیں۔

رسالہ مذکور (آئینہ حق نما) کیا ہے۔ اچھا خاصا گالیوں اور بدزبانیوں کا کافی مجموعہ ہے۔ مگر ہم اس کے جواب میں کسی قسم کی بدزبانی سے کام نہ لیں گے۔ نہ لینا چاہتے ہیں کیوں! [۵]

مجھ میں ایک عیب بڑا ہے کہ وفادار ہوں میں ان میں دو وصف ہیں، بدخو بھی ہیں خود کام بھی ہیں[۲]

---

[۱] الہامات مرزا طبع ششم ص ۳ [۲] الہامات مرزا طبع ششم ص ۴

الہامات مرزا جب شائع ہوئی۔ تو اکابرین وقت نے اس کی افادی حیثیت کا اعتراف کیا۔ مولانا کے استاد حدیث مولانا حافظ عبد المنان محدث وزیر آبادی (م ۱۳۳۴ھ) نے فرمایا:

"اس سے بڑھ کر اس مضمون میں کوئی رسالہ میری نظر سے نہیں گزرا مرزا صاحب کے کذاب الناس ہونے پر حجت واضح ہے۔ مرزا کے عقائد میں متردین کا تو کیا ذکر معتقدین کے اعتقاد کو بھی (بشرط انصاف) ہلا دینے والی ہے"[1]

مولانا کے استاد اول مولانا احمد اللہ امرتسری (م ۱۳۳۶ھ) نے فرمایا:

"کتاب الہامات مرزا واسطے تردید مرزا کے نرالی طرز کی ہے منصف عاقبت اندیش اس کو دیکھ کر کبھی مرزا کا معتقد نہیں رہ سکتا"[2]

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی (م ۱۳۵۶ھ) نے فرمایا:

"میں امید کرتا ہوں کہ آپ کے رسالہ الہامات مرزا کے ملاحظہ سے جس قدر اہل حق کے لیے تقویت ہوگی۔ اسی قدر بلکہ اس سے بڑھ کر مقابل کے دل میں رعب ڈالا جائے گا"[3]

الہامات مرزا کے ہر ایڈیشن میں تازہ بتازہ الہامات کا اضافہ کیا گیا۔ اور یہ اپنے موضوع پر انتہائی مکمل، یکتا اور منفرد کتاب ہے۔

(۲)

ہفوات مرزا

طبع اول ۱۹۰۱ء۔ طبع دوم ۱۹۰۴ء۔ صفحات: ۱۶

اس رسالہ میں مرزا صاحب کے عقائد اور چند ایک تناقضات کا ذکر کیا گیا ہے اور اس میں اس بات کی بھی تصریح کی گئی ہے کہ ایک الہامی نبی تو درکنار ایک ادنیٰ قسم کا

---

[1] الہامات مرزا ... [2] ایضاً [3] ایضاً

مصنف بھی ایسی باتیں نہیں لکھ سکتا۔ جو مرزا قادیانی نے اپنی کتابوں میں لکھی ہیں۔
اس کتاب کے مطالعہ سے قطعاً شبہ نہیں رہ سکتا۔ کہ مرزا اپنے دعاوی میں قطعاً جھوٹے اور غلط گو تھے۔ اور حالات کا رُخ دیکھ کر بات کرتے تھے۔ جو ان کے دماغی خلل اور عدم توازن کی ایک علامت ہے۔

(۳)

صحیفہ محبوبیہ

طبع اوّل ۱۹۰۹ء

اس رسالہ کا پس منظر یہ ہے۔ کہ مرزا قادیانی کی وفات کے بعد سے قادیانی رہنماؤں نے ایک مخصوص پلان کے تحت ہندوستان کے مسلم راجاؤں اور نوابوں کے دربار میں اپنے اثرات پھیلانے کی کوشش کی۔ اور ان کی کوششوں سے نواب رام پور کا ایک درباری قادیانی ہو گیا جس کے سبب سے رام پور کا مشہور مناظرہ (جون ۱۹۰۹ء) ہوا۔ جس میں نواب رام پور ہز ہائنس محمد حامد علی خاں نے بنفس نفیس شرکت کی اور مناظرہ کے بارے میں اپنے تاثرات لکھے۔

۱۹۰۸ء میں حیدر آباد دکن میں موسیٰ ندی میں ایک شدید طوفان آیا جس نے ہیبت ناک تباہی پھیلائی۔ ان حادثات اور تباہ کاریوں کو بنیاد بنا کر قادیانی رہنماؤں نے نواب دکن (آصف جاہ میر محبوب علی خان) کو یہ تبلیغ کی کہ آپ کی ریاست میں جو تباہی ہوئی ہے۔ اس کی خبر ہمارے نبی مرزا قادیانی پہلے دے چکے تھے۔ اس لیے آپ کی بہتری اسی میں ہے کہ آپ مرزا قادیانی کو نبی تسلیم کر لیں۔

یہ تبلیغ جس رسالہ کے ذریعہ کی گئی اس کا نام "صحیفہ آصفیہ" تھا اور اس کے مصنف حکیم نور الدین قادیانی تھے۔ مولانا ثناء اللہ نے اس رسالہ کو دیکھتے ہی اس کا نوٹس لیا اور نواب حیدر آباد کی نسبت سے اپنے جوابی رسالہ کا نام "صحیفہ محبوبیہ" رکھا۔ اس رسالہ کا

موضوع الہامات مرزا کی طرح مرزا قادیانی کا صدق و کذب ہے۔ اور مرزا کی اپنی تحریرات کی روشنی میں ان کے مسلمہ اصولوں کی بنیاد پر ان کا کذاب اور مفتری ہونا ثابت کیا ہے اس رسالہ کی اشاعت سے حیدر آباد دکن میں قادیانی اثرات بہت ہی مدہم پڑ گئے۔ اور ریاست میں کھلم کھلا تبلیغ دین کر سکتے تھے۔

(۴)

فاتح قادیاں

طبع اول ۱۹۱۲ء (امرتسر) صفحات ۶۴

طبع پنجم ۱۹۳۰ء (امرتسر) صفحات ۶۴ - طبع ششم ۱۹۴۹ء (سرگودھا) صفحات

یہ کتاب اس تحریری مناظرہ کی روئداد ہے جو مولانا ثناء اللہ اور قادیانی مناظر منشی قاسم علی دہلوی کے ساتھ، ۱۰ اپریل تا ۲۱ اپریل ۱۹۱۲ء لدھیانہ میں ہوا تھا۔ مسلمانوں کی طرف سے مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی (م ۱۳۷۵ھ) اور قادیانیوں کی طرف سے منشی فرزند علی ہیڈ کلرک فیروز پور منصف تھے۔ مسلم فریقین نے سرپنچ کے طور پر ایک دانشور سردار بچن سنگھ بی۔ اے ایل ایل بی گورنمنٹ پلیڈر لدھیانہ کا انتخاب کیا۔

مناظرہ سے قبل قادیانیوں نے یہ بھی دعویٰ کیا تھا۔ کہ اگر ہمیں اس مناظرہ میں شکست ہوئی تو مبلغ ۳۰۰ روپے بطور انعام مولانا ثناء اللہ کو دیں گے۔ چنانچہ یہ انعامی رقم مولانا محمد حسن صاحب رئیس لدھیانہ کے پاس جمع کرا دی گئی۔

مناظرہ کا موضوع مرزا صاحب کا اشتہار "مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ" تھا۔ یہ مناظرہ ۲۱ اپریل تک جاری رہا۔ فریقین کے مسلمہ منصفوں کے فیصلہ میں اختلاف رہا۔ تو سردار بچن سنگھ نے ایک طویل فیصلہ سے پہلے ایک مختصر فیصلہ بھی لکھا۔

"۱۔ میری ناقص رائے میں حسب دعویٰ مرزا صاحب ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء

والا اشتہار بحکم خداوندی مرزا صاحب نے دیا تھا۔

۲۔ خدا نے الہامی طور پر جواب دیا تھا کہ میں نے تمہاری یہ دعا قبول فرمائی۔

سردار بچن سنگھ بی اے
۲۱/اپریل ۱۹۱۲ء[1]"

سردار بچن سنگھ کا مفصل فیصلہ ص ۴۴ تا ۵۷ درج ہے۔ اس فیصلہ میں سردار صاحب نے مباحثہ کے تمام پہلوؤں کا نہایت باریکی سے مفصل جائزہ لیتے ہوئے صاف اور صریح الفاظ میں مولانا ثناء اللہ صاحب کو فاتح قرار دیا۔ بعد ازاں مبلغ تین سو روپے انعامی رقم مولانا کے حوالے کی گئی اور اس مناظرہ میں کامیابی کے بعد آپ کا لقب 'فاتح قادیاں' قرار پایا۔ اس کتاب میں فریقین کے پورے مباحث اور تینوں مصنفوں کے فیصلوں کے مکمل متن درج کرنے کے ساتھ ساتھ اس مناظرہ کا پس منظر اور پیش نظر کی پوری تفصیل درج ہے۔

مولانا نے انعامی رقم سے یہ مناظرہ 'فاتح قادیاں' کے نام سے چھپوا کر مفت تقسیم کیا۔

(۵)

آفتہ اللہ

طبع اول ۱۹۱۲ء۔ طبع پنجم ۱۹۲۰ء۔ طبع ششم (سرگودھا) صفحات ۸

مرزا صاحب قادیانی کی امت کے دو بڑے گروہ ہیں ایک قادیانی دوسرا لاہوری یا پیغامی۔

مباحثہ لدھیانہ میں ناکامی کے بعد لاہوری گروپ کے امیر مولوی محمد علی لاہوری نے ایک رسالہ 'آیۃ اللہ' کے نام سے لکھا جس میں مرزا کے اشتہار 'آخری فیصلہ' سے

---

[1] فاتح قادیاں ص ۳۰

متعلق فضول قسم کی تاویلات کیں۔ "آفتہ اللہ" اس رسالہ کا جواب ہے۔

مولانا صفحہ آخر پر فرماتے ہیں ؎

مانگا کریں گے اب سے دعا ہجر یار کی
آخر تو دشمنی ہے۔ اثر کو دعا کے ساتھ

اس رسالہ کا تعلق مباحثہ لدھیانہ سے تھا۔ اس لیے اس کو "فاتح قادیاں" رسالہ کے ساتھ شائع کیا۔

(۶)

فتح ربّانی در مباحثہ قادیانی

طبع اول ۱۹۱۶ء صفحات ۸۸

یہ اس اہم تحریری مناظرہ کی روئداد ہے۔ جو ۲۹ تا ۳۰ اپریل ۱۹۱۶ء انجمن حفظ المسلمین امرتسر اور انجمن احمدیہ امرتسر کی مساعی سے ہوا۔ انجمن حفظ المسلمین کی طرف مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب اور انجمن احمدیہ کی طرف سے مولوی غلام رسول آف راجیکی مناظر تھے۔

۲۹ اپریل کو مناظرہ کا موضوع حیات و وفات مسیح تھا۔ اور ۳۰ اپریل کو مناظرہ کا موضوع "صداقتِ مرزا" تھا۔ اس مناظرہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے حق کو فتح نصیب فرمائی اخبار پیسہ لاہور کا نمائندہ رقمطراز ہے:

"اس مباحثہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کو مولوی غلام رسول راجیکی پر فتح ہوئی اور مرزائی ہار گئے۔ جلسہ میں علاوہ مسلمانوں کے دیگر مذاہب کے لوگ بھی موجود تھے۔ اور سب نے بالاتفاق مرزائیوں کے خلاف فیصلہ دیا"[1]

اس مناظرہ کی روئداد صفحہ ۹ تا ۶۰ تک ہے اور صفحہ ۶۱ تا ۸۶ مباحثہ پر ریویو ہے۔ اور

---

[1] اخبار پیسہ ۳ مئی ۱۹۱۶ء بحوالہ اہلحدیث امرتسر ۱۲ مئی ۱۹۱۶ء

صفحہ ۸۷ تا ۸۸ مختصر فہرست حیاتِ مسیح مشتمل بر تکذیب دعاوی مرزائے قادیانی کے عنوان سے ۲۰ خرافات مرزائے قادیانی نقل کیے گئے ہیں۔

(۷)

عقائد مرزا

طبع اول ۱۹۱۲ء صفحات ۸

یہ ایک مختصر رسالہ ہے جس میں مرزا صاحب قادیانی کے ۲۰ عقائد و دعاوی خود انھیں کے الفاظ میں بحوالہ کتاب و بقید صفحات درج کیے گئے ہیں۔ ان عقائد و دعاوی پر ایک سرسری نظر ڈالتے ہی مرزائے قادیانی کی ضلالت اور دائرہ اسلام سے ان کا خروج عیاں ہو جاتا ہے۔ اور کوئی بھی شخص جو اسلامی عقائد سے واقف ہے مرزا صاحب کی اصل پوزیشن سمجھنے میں متردد نہیں ہو سکتا۔

(۸)

مرقع قادیانی

طبع اول ۱۹۱۷ء صفحات ۵۶

مولانا ثناء اللہ نے مرقع قادیانی کے نام سے ایک ماہنامہ جاری کیا تھا جو جون ۱۹۰۷ء میں شائع ہوا اور اکتوبر ۱۹۰۸ء تک جاری رہا۔ اس کے بعد اپریل ۱۹۳۱ء تا اپریل ۱۹۳۳ء تک جاری رہا۔

اس رسالہ میں پہلے دور کے منتخب مضامین بہ تردید قادیانیت کو جمع کیا گیا ہے۔ یہ ایسے معرکۃ الآراء مضامین ہیں کہ ان کے مطالعہ سے ایک حقیقت پسند آدمی قادیانی نہیں رہ سکتا۔

(۹)

چیستانِ مرزا

طبع اوّل ۱۹۱۷ء ۔ طبع دوم ۱۹۲۰ء ۔ طبع سوم ۱۹۱۴ء صفحات ۸

مولانا ثناء اللہ مرحوم نے اس رسالہ میں مرزا قادیانی کے الہامات و فرمودات میں اختلاف اور تضاد کا دلچسپ انداز میں مرقع پیش کیا ہے ۔

مولانا فرماتے ہیں !

قادیانی دوستو !

اگر ان اختلافات اور تضادات کا آپ حل پیش کر دیں تو مبلغ ۵۰۰ روپے انعام پائیں ۔ مگر قادیانی اس کا حل پیش نہ کر سکے ۔

یہ رسالہ اگرچہ بہت مختصر ہے لیکن قادیانیوں کے لیے پروانہ موت بن گیا ۔

مولانا نے اس رسالہ میں قرآن کے اس اصول کی بنیا دپر کہ الہامی کتاب میں اختلاف نہیں ہوتا ۔ مرزا کے دو معاملات 'سن بعثت' اور 'مرزا صاحب کی موت' پر بحث کی ہے ۔ اور ان دونوں میں ایک کھلا ہوا اختلاف دکھلایا ہے ۔

(۱۰)

زارِ قادیاں

طبع اوّل ۱۹۱۸ء صفحات ۸

یہ رسالہ پہلے ۲۹ رجون ۱۹۱۷ء کے اہلحدیث میں شائع ہوا ۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ ۱۹۱۷ء میں جب روس کے اندر کمیونسٹ انقلاب آیا تو زار روس سے متعلق مرزائے قادیانی کی ایک غیر متعلق عبارت کا سہارا بنا کر قادیانیوں نے پروپیگنڈا شروع کیا کہ یہ انقلاب مرزا قادیانی کی پیشین گوئی کے مطابق آیا ہے ۔ جب سے آپ کے

مامور من اللہ ہونے کی تصدیق ہوتی ہے۔ مولانا نے اس رسالہ میں اس بات کی نشاندہی کی ہے۔ کہ مرزا صاحب کی تصریح کے مطابق اس عبارت کا تعلق انقلاب روس سے نہیں ہے۔ تنقیح و تحقیق لائق دید و شنید ہے۔

(۱۱)

فسخ نکاح مرزائیاں

طبع اوّل ۱۹۱۸ء۔ طبع دوم ۱۹۲۴ء۔ صفحات ۹۶

مولانا ثناء اللہ مرحوم سے ایک شخص نے مرزا قادیانی کی کتابوں سے ۱۲۵ ایسے اقتباسات نقل کرکے ارسال کیے۔ جو ان کے مختلف دعووں پر مشتمل تھے۔ اور یہ دریافت کیا کہ جو شخص مرزا قادیانی کے ان اقوال کا مصدق ہے۔ اس کے ساتھ مسلم غیر مصدقہ رشتہ زوجیت کرنا جائز ہے یا نہیں ہے؟ اور تصدیق بعد نکاح موجب افتراق ہے یا نہیں۔

مولانا مرحوم نے ۱۸۹ علمائے کرام کے فتاویٰ حاصل کئے، جن میں ہر مکتب فکر یعنی اہل حدیث، دیوبندی، بریلوی اور شیعہ شامل تھے اور سب نے متفقہ فتویٰ دیا کہ:

"ان عقائد کا اختیار کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے اور کافر مرتد ہے۔ اور ایسے مرد یا عورت کے ساتھ مسلمان مرد یا عورت کا نکاح صحیح نہیں اور نکاح ہو جانے کے بعد اگر کوئی شخص یہ عقائد اختیار کرلے تو نکاح فسخ ہو جائے گا۔"

(۱۲)

تاریخِ مرزا

طبع اوّل ۱۹۱۹ء۔ طبع دوم ۱۹۲۳ء صفحات ۶۴ طبع سوم ۱۹۶۴ء۔ المکتبۃ السلفیہ لاہور

طبع چہارم ۱۹۶۳ء (المکتبۃ السلفیہ لاہور)

اس رسالہ میں مرزا غلام احمد قادیانی مدعی مسیحیت، مہدویت کے حالات صحیحہ مصدقہ از ولادت تا وفات درج ہیں۔

مولانا فرماتے ہیں:

"اس رسالہ میں بطور تاریخ کے مضامین درج کیے گئے ہیں۔ بطور مناظرہ نہیں"۔[1]

تمہید کے عنوان سے مولانا فرماتے ہیں:

"مرزا صاحب کی زندگی دو حصوں پر منقسم ہے۔ ایک قبل دعویٰ مسیحیت دوسرا بعد دعویٰ مسیحیت۔ ان دونوں میں بہت بڑا اختلاف ہے۔

پہلے حصہ میں مرزا صاحب صرف باکمال مصنف کی صورت میں پیش ہوئے ہیں۔ دوسرے حصے میں اس کمال کو کمال تک پہنچا کر مسیح موعود مہدی معود، کرشن گوپال۔ نبی اور رسول ہونے کا بھی ادعا کرتے ہیں۔ پہلے حصہ میں جمہور علمائے اسلام ان کی تائید پر ہیں۔ دوسرے حصہ میں جمہور بلکہ کل علمائے اسلام ان کے مخالف نظر آتے ہیں۔ یہ سب کچھ واقعات سے ثابت ہوگا[2]"

مولانا عطاء اللہ حنیف مدیر الاعتصام لکھتے ہیں:

"مرزائیت کے متعلق نئی نسل کا یہ حال ہے کہ ان کو اس فرقہ کے متعلق پتہ نہیں کہ اس کا بانی کون تھا؟ غلام احمد کیا تھے؟ کہاں تھے؟ کیسے تھے؟ اُن کے جھوٹے دعووں کا پس منظر کیا تھا؟ اور وہ کس طرح درجہ بدرجہ اوپر چڑھتے رہے؟ پھر ان کا کیا حشر ہوا؟

---

[1] تاریخ مرزا طبع دوم ص ۲ [2] ایضاً ص ۳

خوش قسمتی سے اس مضمون پر مولانا ثناء اللہ امرتسری (م ۱۳۶۷ھ ۱۹۴۸ء) کا جامع کتابچہ "تاریخ مرزا" ہے۔ جس کو مسلمانوں کے لیے کفر و ضلال کے فتنوں سے بچانے کے لیے شائع کیا جا رہا ہے"۔[1]

(۱۳)

نکاحِ مرزا

طبع اوّل ۱۹۱۹ء۔ طبع دوم ۱۹۲۱ء صفحات ۲۰

اس رسالہ میں مرزا صاحب کی آسمانی نکاح والی پیشینگوئی (متعلقہ محمدی بیگم) پر مفصل بحث و تحقیق کی ہے۔ یہ پیشین گوئی اپنے دامن میں مرزا صاحب کے جھوٹ اور رسوائی کا دو آتشہ عذاب لیے ہوئے تھی۔ کہ مرزا صاحب کی وفات نے اس پیشگوئی کے متعلق ان کی تمام تاویلات کا خاتمہ کر کے ان کے جھوٹ پر آخری مہر لگا دی۔

مولوی محمد علی امیر جماعت احمدیہ لاہوری گروپ نے بھی اعتراف کیا۔ کہ مرزا صاحب کی یہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی۔

مولوی محمد علی لکھتے ہیں:

"یہ سچ ہے کہ مرزا صاحب نے کہا تھا کہ نکاح ہو گیا۔ اور یہ بھی سچ ہے کہ نہیں ہوا"۔[2]

اس لیے قادیانی حضرات نے اس دوگونہ عذاب سے جان چھڑانے کے لیے ہمہ گیر جدوجہد کی۔ اور تاویل و تحریف کا کوئی بھی ممکنہ دروازہ کھٹکھٹانے سے دریغ نہ کیا۔

مولانا نے اس رسالہ میں ان تمام خرافات کی قلعی کھول کر رکھ دی۔ اور اس موضوع پر مزید بحث و گفتگو کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑی۔

---

[1] تاریخ مرزا طبع چہارم ص ۴

[2] پیغام صلح لاہور ۱۶ جنوری ۱۹۲۱ء ص ۵ کالم ۳

(۱۴)

شاہِ انگلستان اور مرزائے قادیاں

طبع اوّل ۱۹۲۱ء صفحات ۱۶

اس رسالہ میں ثابت کیا گیا ہے کہ جارج پنجم شاہ انگلستان کا دربار دہلی میں تشریف لانا خدائی حکمت میں مرزا قادیانی کی تکذیب کے لیے تھا۔

(۱۵)

عجائباتِ مرزا

طبع اوّل ۱۹۲۲ء صفحات ۲۵

عجائباتِ مرزا، دراصل رسالہ علم کلام مرزا' کا حصہ دوم ہے۔ مولانا فرماتے ہیں:

"میں نے رسالہ 'علم کلام مرزا' شائع کیا۔ جس میں مرزا صاحب کو بحیثیتِ مصنّف اور متکلّم کے پبلک کے سامنے پیش کیا۔ وہ رسالہ اکابر علماء کو بہت پسند آیا۔ چنانچہ علمائے کرام نے اس پر پرزور رائیں لکھیں اور مجھے لکھا۔ کہ 'علم کلام مرزا' میں ایک اور باب کا اضافہ ہونا چاہیئے چنانچہ 'عجائبات مرزا' کے نام سے ایک نیا رسالہ پیش خدمت ہے اور اس میں مرزا صاحب کے دعویٰ "مسیح موعود" پر مدلّل بحث کی ہے۔"

(۱۶)

قادیانی مباحثہ دکن

طبع اول ۱۹۲۳ء صفحات ۲۴

سکندر آباد (حیدر آباد دکن) میں مولانا ثناء اللہ اور قادیانی علماء کے درمیان ۳۱ جنوری

۱۹۲۳ء کو جو اہم مناظرہ ہوا تھا۔ یہ رسالہ اسی کی روئداد ہے۔

مولانا فرماتے ہیں:

"سیٹھ عبداللہ الہ دین کے بھائیوں نے ان کو مجبور کیا کہ قادیانی علماء سے مباحثہ کرائیں۔ چنانچہ ۲۱ جنوری ۱۹۲۳ء کو ان کے مکان پر ایک مختصر سا خانگی مباحثہ ہوا۔ مباحثہ تحریری تھا۔ میں سچ کہتا ہوں کہ میرے مقابلہ میں جتنی دفعہ احمدی دوست آئے ہیں۔ ان سب کے برابر یہاں سکندر آباد میں ان کو ذلت نصیب ہوئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ باوجود قرارداد اس امر کے کہ مباحثہ دو روز ہوگا۔ صرف ایک ہی روز کر کے ایسے خاموش ہوئے کہ کاٹو تو لہو نہیں، ہر چند انجمن اہلحدیث سکندر آباد نے اپنے سلسلہ خط و کتابت سے ان کو بلایا۔ مگر وہ ایسے سوئے کہ دیکھنے والا کہے:

چناں خفتہ اند کہ گوئی مردہ اند

اس مباحثہ میں حیدر آبادی احمدیوں کے علاوہ قادیاں سے دو عالم مولوی فضل دین وکیل اور شیخ عبدالرحمان آئے تھے۔ مؤخر الذکر مناظرہ کرتے تھے۔ باقی ان کی امداد۔[1]"

(۱۷)

شہاداتِ مرزا ملقب بہ عشرہ مرزائیہ

طبع اول ۱۹۲۳ء۔ صفحات ۳۲

اس رسالہ کا شمار مولانا ثناء کی بہترین تصانیف میں ہوتا ہے۔ اس میں دس شہادتوں (احادیث نبویہ، الہامات و اقوال مرزائیہ) سے مرزا صاحب قادیانی کے دعوٰی مسیحیت کی تردید کی گئی ہے۔

---

[1] قادیانی مباحثہ دکن ص ۳۔ اہلحدیث امرتسر ۲۳ فروری ۱۹۲۳ء

باب اوّل: ص ۴ تا ۹ میں احادیث صحیحہ سے مسیح موعود کی ایسی تین علامتیں پیش کی گئی ہیں۔ جن سے مرزا صاحب قطعی طور پر عاری تھے۔

باب دوم: ص ۱۰ تا ۳۱ میں مرزا صاحب کے تین ایسے الہامات نقل کیے گئے ہیں۔ جنھیں خود مرزا صاحب نے اپنے صدق وکذب کا معیار ٹھہرایا تھا۔ اور وہ الہامات غلط ثابت ہوکر مرزا قادیانی کے کذب کی نشانی بن گئے۔ اور اس کے علاوہ چار بیانات کو ان کے کذب و دروغ کی شہادت میں پیش کیا گیا ہے۔

یہ رسالہ رد مرزائیت میں ایسا لاجواب اور منفرد ہے کہ مولانا نے اس کے جواب پر فیصلہ منصف ایک ہزار روپے انعام کا اعلان کیا۔ جو امپیریل بنک امرتسر میں جمع کرادیا لیکن کسی قادیانی عالم کو اس کا جواب لکھنے کی جرأت نہ ہوئی۔

مولانا اس رسالہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ناظرین اس رسالہ کو اس بحث میں اچھوتا پائیں گے" [1]

اور "اس کتاب کو بغور دیکھیں گے تو اس میں بہت سی نئی معلومات پائیں گے" [2]

(۱۸)

نکاتِ مرزا

طبع اول ۱۹۲۶ء صفحات ۴۰

یہ رسالہ بڑی دلچسپ صورتِ حال کی یادگار ہے۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ مارچ ۱۹۲۵ء قادیاں میں اہلِ اسلام کا ایک جلسہ ہوا، جس میں مشہور دیوبندی عالم مولانا سید مرتضیٰ حسن (م ۱۳۷۱ھ) بھی شریک تھے۔ آپ نے دورانِ تقریر مرزا صاحب قادیانی کے معارفِ قرآنیہ پر بھی چھینٹا ڈالا۔ بالفاظ دیگر مرزا صاحب قادیانی کے معارفِ قرآنیہ کا انکار کیا۔ اس پر خلیفہ قادیاں میاں محمود نے علمائے دیوبند کو اپنے بالمقابل تفسیر نویسی

---

[1] شہادات مرزا ص ۸، [2] ایضاً ص ۳

اور نکات آفرینی کا چیلنج دیا[1] مقابلہ کی صورت یہ تجویز کی کہ قرآنِ کریم کے تین رکوع کسی جگہ سے قرعہ ڈال کر انتخاب کر لیں اور تین دن تک اس ٹکڑے کی ایسی تفسیر لکھیں ۔ جن میں چند نکات ایسے موجود ہوں جو پہلی کتب میں موجود نہ ہوں ۔ علمائے دیوبند کی بجائے مولانا ثناء اللہ مرحوم نے اس چیلنج کے جواب میں لکھا :

" بلا تکلف ہم کو یہ صورت منظور ہے ۔ پس آپ اسی میدان میں تشریف لے آئیے ۔ جس میں مرزا صاحب تے امرتسر میں مباہلہ کیا تھا ۔ میں آپ کی طرف سے تاریخ اور جواب کا منتظر ہوں ۔

پس سنئے : ؎

ہم وہ نہیں کہ دور سے دعویٰ کیا کریں
ہم وہ نہیں کہ دون کی بیٹھے لیا کریں
اپنا تو یہ ہے قول کہ آئے ہیں آئے
دعویٰ اگر کیا ہے ۔ تو کچھ کر دکھائے

میں ہوا مرزا صاحب قادیانی کا پرانا وفادار
ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری[2] "

میاں محمود نے جواب میں لکھا :

" ہمارا چیلنج علمائے دیوبند کو ہے ۔ تم (ثناء اللہ) ان سے وکالت حاصل کر لو ۔ پھر مقابلہ پر آؤ "[3]

مولانا نے اس کے جواب میں لکھا :

" مجھے وکالت نامہ حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ۔ آپ بر اضی و یقین کوئی تاریخ مقرر کر کے بٹالہ کی جامع مسجد میں آجائیں ۔ جہاں ۸ بجے صبح سے ۱۲ بجے تک مجلس ہوگی جس میں میں (ثناء اللہ) اور آپ (خلیفہ قادیان)

---

[1] الفضل ۱۶ر فروری ۱۹۲۵ء [2] اہلحدیث امرتسر ۲۱ر اگست ۱۹۲۵ء نکات مرزا ص ۴
[3] الفضل ۲۷ر اکتوبر ۱۹۲۵ء

تفسیر القرآن لکھیں گے۔ اس طرح کہ مجھ سے اور آپ سے قریب قریب دس دس گز کوئی آدمی نہ بیٹھے گا۔ ہمارے ہاتھ میں صرف سادہ قرآن اور سادہ کاغذ اور آزاد قلم (انڈی پنڈنٹ) ہوگا[۱]"

مگر خلیفہ قادیاں حیلہ سازی سے کام لیتے رہے۔ اور ان میں اتنی تاب کہاں کہ شیخ الاسلام کے سامنے آئیں۔ چنانچہ مولانا ثناء اللہ نے قلم اٹھایا۔ اور مرزا صاحب کی نکات آفرینیوں کے نہایت دلچسپ نمونے ایک اچھوتے انداز میں جمع کر دیئے۔ (ص ۷ تا ۲۸)

اور اس کے ساتھ اس زمانہ کی ایک فتنہ خیز شخصیت مولوی عبداللہ چکڑالوی منکرین حدیث کے نکاتِ قرآنی کے چند نمونے بھی پیش کیئے۔ (ص ۲۹ تا ۴۰)

مرزا صاحب قادیانی اور مولوی عبد اللہ چکڑالوی کے نکاتِ قرآنیہ کے نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔

نکتہ مرزا قادیانی:۔ قرآن شریف میں ایک بدترین قوم کا ذکر آیا ہے جس کا نام یاجوج ماجوج ہے جس کے بارے میں ارشاد ربانی ہے۔

اِنَّ یَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ

یعنی یاجوج ماجوج زمین میں فساد کرنے والے ہیں

مرزا صاحب کی نکتہ سنج نگاہوں میں یہ دونوں قومیں روس اور انگریز ہیں۔ مرزا صاحب کے الفاظ یہ ہیں۔

"فان یاجوج و ماجوج ھم النصاریٰ من الروس والاقوام البرطانیہ"[۲] یعنی یاجوج ماجوج عیسائی قومیں روس اور انگریز ہیں۔

چونکہ یہ نکتہ انگریزوں اور انگریزی حکومت کو بدترین قوم بناتا ہے۔ اس لیے مرزا صاحب اپنی معمولی اور دور اندیش نگاہ سے اس کا انتظام یہ کیا کہ فوراً اسے پیشتر انگریزی حکومت کی وفاداری کا اعلان کر دیا۔

ملاحظہ ہو!

---

[۱] اہلحدیث امرتسر ۱۳ر نومبر ۱۹۲۵ء، نکات مرزا ص ۵ [۲] حمامۃ البشریٰ ص ۲۸

"الہامی یاجوج ماجوج کا حال بھی سمجھ لیجئے۔ یہ دونوں پرانی قومیں ہیں جو پہلے زمانوں میں ایک دوسرے پر کھلے طور پر غالب نہیں ہوسکیں۔ اور ان کی حالت میں ضعف رہا۔ لیکن خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ آخری زمانہ میں یہ دونوں قومیں خروج کریں گی۔ یعنی اپنی جلالی قوت کے ساتھ ظاہر ہوں گی جیساکہ سورہ کہف میں فرماتا ہے وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَمُوجُ فِي بَعْضٍ ۔ یہ دونوں قومیں دوسروں کو مغلوب کرکے پھر ایک دوسرے پر حملہ کریں گی اور جس کو خدا تعالیٰ چاہے گا فتح دے گا۔

چونکہ ان دونوں قوموں سے مراد انگریز اور روس ہیں۔ اس لیے سعادت مند مسلمان کو دعا کرنی چاہئیے کہ اس وقت انگریزوں کی فتح ہو کیونکہ یہ لوگ ہمارے محسن ہیں اور سلطنتِ برطانیہ کے ہمارے سر پر بہت احسان ہیں[1]

اس نکتہ پر مولانا فرماتے ہیں ! ؎

حلف عدو سے قسم مجھ سے کھائی جاتی ہے
الگ ہر ایک سے چاہت بتائی جاتی ہے

نکتہ چکڑالویہ :۔ قرآن مجید کی سورۃ کوثر مشہور ہے جس کا ترجمہ بھی مشہور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوثر دیا۔ اور حکم فرمایا کہ نماز پڑھو اور قربانی کرو۔

مجدد چکڑالوی جو اس کا مطلب بتاتے ہیں۔ وہ قابل شنید ہی نہیں بلکہ قابل دید بھی ہے۔ چنانچہ وہ یہ ہے۔

" إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ۔ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۔ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ۔

اے ہر ایک صاحب قرآن بتحقیق عطا فرمایا ہم نے تجھ کو یہ کامل صفات جامع

---

[1] ازالہ اوہام ص ۵۰۸   [2] نکات مرزا ص ۲۰

کمالات قرآن مجید، جس میں سعادت دارین ہے۔ پس تو ہمیشہ ہر ایک خالص قرآنی نماز ہی پڑھا کرو۔ خاص اپنے پروردگار کی ہی رضامندی کے لیے۔ خصوصاً اپنے وجود کے اونٹ (کان) کو ذبح (ذلیل حقیر یعنی پکڑا) کرو ہر تکبیر کے وقت۔ کیونکہ تحقیق ہر ایک مخالف تیرا تو اس قرآنی نماز سے بالکل محروم و بے نصیب ہی رہتا ہے۔[۱]

مولانا فرماتے ہیں؛

مرزا صاحب کے مریدو!

نکات مرزائیہ کے ساتھ ساتھ نکات چکڑالویہ بھی پڑھو اور ہمارے مندرجہ ذیل شعر کی تصدیق کرو ؎

آج دعوٰی ان کی یکتائی کا باطل ہو گیا
روبرو اُن کے جو آئینہ مقابل ہو گا "[۲]

(۱۹)

ہندوستان کے دو ریفارمر

طبع اوّل ۱۹۲۷ء صفحات ۳۲

اس رسالہ میں بانی آریہ سماج سوامی دیانند (۲۱ر اکتوبر ۱۸۹۴ء) اور بانی فرقہ مرزائیہ مرزا غلام احمد قادیانی (۲۶ر مئی ۱۹۰۸ء) کی بدزبانی اور سخت کلامی کے چند نمونے دکھلائے گئے ہیں۔

مولانا نے ان دونوں صاحبوں کے نمونہ کلام پیش کرنے سے پہلے ایرانی شاعر صائبؔ کا ایک شعر نقل کیا ہے ؎

---

۱ سورۃ کوثر پارہ ۳۰ ص ۴۵، نکاتِ مرزا ص ۳۹

۲ نکاتِ [illegible]

۵ دہنِ خویش بدشنام میاد صائب
کایں زرِ قلب بہرکس کہ دہے باز آید

یعنی

اپنے منہ کی بدکلامی سے گناہ نہ کرو۔ کیونکہ یہ کھوٹا پیسہ تو جس کو دے گا
وہ تجھے واپس دے گا

صفحہ ۲ تا ۴ تمہید کے عنوان سے مقدمہ ہے۔ اور صفحہ ۵ تا ۲۰ سوامی دیانند کی تحریر کے ۸۹ نمونے پیش کیے گئے۔ اور صفحہ ۲۱ تا ۳۱ مرزا قادیانی کی تحریر کے ۲۲ نمونے درج کیے گئے ہیں۔

(۲۰)

محمد قادیانی

طبع اوّل ۱۹۲۸ء صفحات ۲۴

اس رسالہ کی وجہ تصنیف کیا تھی۔

مولانا فرماتے ہیں!

"۱۲ ربیع الاوّل ۱۳۴۷ھ مطابق ۲۹ اگست ۱۹۲۸ء یوم عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں ایک جلسہ منعقد کرنے کے لیے قادیانیوں نے ایک اشتہار شائع کیا۔ اس اشتہار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جو کمالات دکھائے گئے ہیں بالکل صحیح ہیں اس لیے انہی کو معیار صداقت اور محک امتحان مرزا صاحب بنا کر قادیانی دعوٰی کا فیصلہ کیا جائے۔"

مولانا لکھتے ہیں؛

"واضح رہے کہ مرزائی دعاوی کی تحقیق کرنے کے لیے کئی ایک معیار ہیں۔

(۱) ان کی پیشین گوئیاں (۲) ان کی صداقت کلام (۳) قرآن اور حدیث کی تصریحات

آج جو معیار ہم پیش کرتے ہیں، وہ اچھوتا ہے۔ اس میں ہم صرف اس معیار پر گفتگو کریں گے۔ کہ مرزا صاحب چونکہ اپنے آپ کو بروز محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہا کرتے تھے۔ اس لیے وہ محمد ثانی بنتے اور اپنے اتباع کو اصحاب محمد اول (صلی اللہ علیہ وسلم) میں داخل کرتے تھے (ملاحظہ ہو خطبہ الہامیہ ص ۱۷۱) لہذا دیکھنا ضروری ہے کہ محمد ثانی کو محمد اول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کہاں تک مشابہت ہے۔ اسی اصطلاح پر ہم اس رسالہ کا نام بھی "محمد قادیانی" تجویز کیا ہے۔ اس میں ہم دکھائیں گے کہ محمد اول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا کام کیے۔ اور ان کے بروز محمد ثانی قادیانی نے کیا کیے تاکہ ان کاموں کی مطابقت یا عدم مطابقت سے مرزا صاحب کے صدق و کذب کا ثبوت ہو سکے[1]

آخر میں مولانا نے تقابل دکھلا کر اس رسالہ کا خاتمہ اس شعر پر کیا ہے جو پوری بحث کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔ یعنی ؎

"کوئی بھی کام تیرا مسیحا پورا نہ ہوا
نامرادی میں ہوا تیرا آنا جانا"[2]

(۲۱)

مراقِ مرزا

طبع اول ۱۹۲۹ء صفحات ۱۶

یہ ایک مختصر رسالہ ہے جس میں مرزا صاحب، قادیانی کے صاحبزادہ میاں محمود اور ان کی اہلیہ اور ان کے حواریوں کی تحریروں سے ثابت کیا گیا ہے، کہ مرزا صاحب مراق کی بیماری میں مبتلا تھے۔ اور اس مرض کے جو اثرات ہوتے ہیں وہ بھی مرزا صاحب کی

---

[1] محمد قادیانی ص ۳ [2] محمد قادیانی ص ۲۴

تحریروں سے پیش کئے گئے ہیں۔ اور قادیانی اکابر کی آرزو بھی درج کی گئی ہیں کہ مراقی انسان نبی یا ملہم نہیں ہو سکتا۔ یہ رسالہ اپنے مضمون میں ایک منفرد حیثیت کا حامل ہے۔
صفحہ ۱۳ تا ۱۶ مولانا کے تلمیذ مولوی حبیب اللہ کلرک امرتسری مرحوم کا ایک جامع مضمون "مرزا صاحب قادیانی کی وحی پر مراق کے اثر" درج ہے۔ یہ مضمون اخبار اہلحدیث امرتسر میں ۲۲ فروری ۱۹۲۹ء کو شائع ہوا تھا۔

(۲۲)

تعلیماتِ مرزا

طبع اول ۱۹۳۰ء۔ طبع دوم ۱۹۳۲ء صفحات ۳۲ طبع سوم ۱۹۵۲ء سرگودھا صفحات ۸۰
اس رسالہ کی پہلی اشاعت ۱۹۳۰ء حسب ذیل چار ابواب پر مشتمل ہے:

۱۔ اختلافات مرزا ص ۴ تا ۱۲
۲۔ کذبات مرزا ص ۱۲ تا ۱۶
۳۔ نشانات مرزا ص ۱۶ تا ۲۶
۴۔ اخلاقِ مرزا ص ۲۶ تا ۳۲

اشاعت دوم (۱۹۳۲ء) میں ایک نئے باب "صفات مرزا" کا اضافہ کیا گیا۔ جس کو پہلے نمبر پر رکھا گیا۔

(۲۳)

فیصلہ مرزا

طبع اول ۱۹۳۱ء صفحات ۲۴

مرزا صاحب قادیانی نے اپنے اشتہار ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء میں "مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ" کے نام سے جو اشتہار شائع کیا تھا۔ اور جس میں یہ دعا کی تھی کہ سچے

کی زندگی میں جھوٹا مر جائے۔ اور جس کے نتیجے میں خود مرزا صاحب مولانا امرتسری کی زندگی میں چل بسے۔ اس رسالہ کی وجہ تصنیف یہ اشتہار ہے۔

مولانا فرماتے ہیں کہ :

"عرب ممالک کے بعض علمائے کرام نے مجھ سے مرزا صاحب کے حالات دریافت کیے ہیں۔ اس لیے میں اس رسالہ کو عربی اور اردو دونوں زبانوں میں شائع کر رہا ہوں۔ اس رسالہ کا عربی نام 'فصل قضیۃ القادیانی' ہے۔

دمشق کے مفتی حنابلہ علامہ محمد جمیل سلفی نے جب یہ رسالہ ملاحظہ فرمایا تو مولانا ثناء اللہ کو لکھا۔

ترجمہ :۔ آپ نے یقیناً ملحد و مرتد غلام احمد قادیانی سے اور اس کے بعد اس کی جماعت سے زبردست جہاد کیا ہے۔ اور اسلام کی طرف سے مدافعت کا حق ادا کر دیا ہے [۱]"

(۲۴)

تفسیر نویسی کا چیلنج اور فرار

طبع اوّل ۱۹۳۱ء صفحات ۴۸

۱۹۲۵ء میں خلیفہ قادیان مرزا محمود نے علمائے دیوبند کو تفسیر نویسی کا چیلنج دیا تھا اور اس چیلنج کو مولانا ثناء اللہ نے قبول کیا۔ لیکن آپ کا نام سن کر خلیفہ قادیان کا وہی حال ہوا، جسے شاعر نے اس شعر میں بیان کیا ہے ؎

نام پر اس کے مجنوں کو جماہی آ گئی
بید مجنوں دیکھ کر انگڑائیاں لینے لگا

---

[۱] اہلحدیث امرتسر ۱۰ جون ۱۹۳۲ء

مگر پھر الفضل نے لکھ دیا۔

"اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے (میاں محمود) کو قرآن مجید کا ایسا علم عطا کیا ہے جس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا"[۱]

مگر علمائے اسلام نے الفضل کے اس اعلان پر توجہ نہ دی۔ اس لیے کہ یہ ایک ڈھینگ تھی۔ مگر ۲۳ مئی ۱۹۳۰ء کے الفضل میں مولانا ثناء اللہ اور دیگر اکابر علمائے اسلام کا نام لے کر چیلنج دیا۔ کہ آپ لوگ "صُمٌّ بُکْمٌ" کا مصداق بن رہے ہیں۔ سامنے آؤ اور تفسیر نویسی کا مقابلہ کرو۔

مولانا ثناء اللہ مرحوم نے قادیانیوں کی اس طفلانہ حرکات کا نوٹس لیا۔ اور بٹالہ میں مقابلہ کی دعوت دی۔ مگر خلیفہ قادیاں مقابلے پر نہ آ سکے۔ مولانا نے اس رسالہ میں یہی تفصیلات جمع کی ہیں اور قادیانیوں کی عیاریوں سے پردہ اٹھایا ہے۔

(۲۵)

علم کلام مرزا

طبع اوّل ۱۹۳۲ء صفحات ۸۲

علم کلام اس علم کا نام ہے جس میں عقائدِ اسلامیہ کی تصحیح اور خیالات کفریہ کی تردید دلائل عقلیہ کے ساتھ یعنی عقلی طریق پر کی جاتی ہے۔ علم کلام کے جاننے والے اور برتنے والے کو متکلم کہتے ہیں اور اس گروہ کا نام متکلمین ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی اگرچہ اس فن میں سو فیصد کورے تھے۔ مگر آپ کے مریدوں نے اس علم میں آپ کی افضلیت ثابت کی ہے۔ مولانا ثناء اللہ علوم عقلیہ و نقلیہ سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ اور ان کے سامنے بڑے بڑے ماہرین کو دم مارنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ مولانا ثناء اللہ نے اس رسالہ میں مرزا صاحب قادیانی کو بحیثیت متکلم

[۱] الفضل ۳۰ مارچ ۱۹۳۰ء

اور منصف کے جانچا ہے۔ اور ان کی اسلامی خدمات کا صحیح جائزہ لیا گیا ہے۔
علم کلام مرزا کی اشاعت پر جیّد علمائے کرام نے آپ کو خراج تحسین پیش کیا جن میں مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی (م ۱۳۷۵ھ) مولانا احمد علی لاہوری (م ۱۳۸۱ھ) مولانا محمد ابوالقاسم سیف بنارسی (م ۱۳۶۸ھ) مولانا مرتضیٰ حسن دیوبندی (م ۱۳۷۱ھ) اور مولانا سید سلیمان ندوی (م ۱۳۷۳ھ) شامل ہیں

مولانا سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

"مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب کا یہ رسالہ میں نے پڑھا۔ موصوف کو مرزا صاحب کی کتابوں اور رسالوں پر جو عبور حاصل ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ جس کو مرزا صاحب کا علم کلام کہا جاتا ہے اگر وہ موجود بھی ہو تو سراسر لفاظی، ضلع جگت، خطابت اور محرف تاویلات پر مبنی ہے۔ اور ان کے کلام کا بہترین نمونہ براہین احمدیہ ہے جس میں سینکڑوں صفحات کے بعد بھی یہ حال ہے کہ

مدعا عنقا ہے اپنے عالم تحریر کا

مصنف سے شکایت ہے تو یہ ہے کہ اپنے موضوع پر بہت مختصر ہے[1]

(۲۶)

بہاء اللہ اور مرزا

طبع اول ۱۹۳۳ء

اس رسالہ میں دکھلایا گیا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی دراصل شیخ بہاء اللہ ایرانی سے مستفیض ہیں۔ اور مرزا قادیانی نے وہی راہ اختیار کی جو بہاء اللہ ایرانی نے اختیار کی تھی۔ مولانا ثناء اللہ نے اس رسالہ میں دونوں مدعیانِ نبوت کے مختصر حالات و سوانح درج کیے ہیں

---

[1] علم کلام مرزا ص ۲

صفحہ ۲ حالات شیخ بہاء اللہ اور صفحہ ۳ حالات مرزا قادیانی ۔

یہ رسالہ تین ابواب پر مشتمل ہے ۔

باب اوّل :۔ دعوٰی رسالت سے متعلق ہے ۔ اور اس میں شیخ بہاء اللہ اور مرزا قادیانی کے دعووں کو نقل کرکے دونوں کا تقابل کیا گیا ہے (ص ۴ تا ۱۶)

باب دوم :۔ میں ان دونوں کے دلائل اصل الفاظ میں دکھلائے گئے ہیں (ص ۱۷ تا ۵۲)

باب سوم :۔ میں خاص بہائی تعلیم پر بحث کی گئی ہے (ص ۵۳ تا ۷۶)

(۲۷)

عشرہ کاملہ

طبع اوّل ۱۹۳۴ء ۔ صفحات ۱۵۰

اس کتاب میں مولانا مرحوم نے دس فصلیں قائم کی ہیں اور ہر فصل میں دس دلائل ہیں ۔ گویا پورے سو دلائل سے عام فہم پیرایہ میں قادیانی مذہب کی حقیقت اسی مذہب کی کتب سے بے نقاب کی گئی ہے ۔

(۲۸)

اباطیل مرزا

طبع اوّل ۱۹۳۴ء ۔ صفحات ۴۸

یہ رسالہ مولانا ثناء اللہ کے ان چند خاص مضامین کا مجموعہ ہے ۔ جو اہلحدیث امرتسر میں شائع ہوئے تھے ۔ بعد میں ان کو کتابی شکل دے کر "اباطیل مرزا" کے نام سے شائع کیا گیا ۔ جو مضامین اس رسالہ کی زینت ہیں ۔ ان کی تفصیل یہ ہے ۔

۱۔ آہ نادر شاہ کہاں گیا
۲۔ حلفت موکد بعذاب
۳۔ زلزلہ بہار
۴۔ نکاح آسمانی
۵۔ تقریر لائلپوری

ان تمام مضامین سے مرزا قادیانی کا کذب اور ان کی امت کی بیماریوں کا پتہ چلتا ہے۔

(۲۹)

تحفۂ احمدیہ

طبع اول ۱۹۳۷ء۔ صفحات ۱۶

مرزا غلام احمد قادیانی نے آسمانی نکاح کے بارے میں جو پیش گوئی کی تھی۔ اس رسالہ میں مرزا صاحب کی اپنی تحریروں اور قادیانی امت کے دیگر اکابرین (حکیم نور الدین خلیفہ اول۔ مولوی محمد علی لاہوری، ڈاکٹر بشارت احمد، ڈاکٹر میر اسمٰعیل، احمد نور کابلی اور مولوی فضل خاں) کی تحریروں سے ثابت کیا ہے کہ مرزا صاحب کی آسمانی نکاح والی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی اور مرزا صاحب اپنے دعوای میں جھوٹے ہیں۔

(۳۰)

مکالمہ احمدیہ حصہ اوّل

طبع اول ۱۹۳۹ء صفحات ۳۶

۱۹۱۴ء میں قادیانی امت کے دو گروہ ہو گئے۔ ایک گروہ کا مرکز قادیان تھا اور دوسرے کا لاہور۔ قادیانی گروپ قیام پاکستان کے بعد ربوہ ضلع جھنگ منتقل ہو گیا۔

منتقل ہوگیا۔

ان دونوں گروپوں میں ایک بنیادی اختلاف پیدا ہوگیا۔ قادیانی گروپ مرزا صاحب کو نبی، رسول، مجدد اور مصلح موعود بہت کچھ تسلیم کرتا ہے۔ مگر لاہوری گروپ انھیں نبی تسلیم نہیں کرتا۔ مگر مجدد تسلیم کرتا ہے۔ ان دونوں گروپوں کے درمیان ایک عرصہ تک رسائل وجرائد میں بڑی گرما گرم بحث چلی۔

مولانا ثناء اللہ مرحوم نے اس رسالہ میں ان دونوں گروپوں کی تحریریں جمع کی ہیں اور وجہ تالیف یہ بتائی ہے کہ

مرزا صاحب کا دعویٰ تھا کہ میں مسلمانوں کو اعلیٰ درجہ کا
مسلمان بنانے آیا ہوں

مولانا فرماتے ہیں:

"اس لیے عامۃ المسلمین کو دکھلایا جائے کہ مرزا صاحب کے بنائے ہوئے اعلیٰ درجہ کے مسلمانوں یعنی قادیانیوں کا انداز گفتگو کس قدر شریفانہ ہے اور ان کا اخلاقی معیار کس قدر بلند ہے۔"

اس رسالہ کا حصہ دوم شائع نہیں ہوسکا

(۳۱)

بطش قدیر بر قادیانی تفسیر کبیر

طبع اول سنہ ۱۹۴۱ء صفحات ۳۲

خلیفہ قادیاں مرزا محمود احمد نے تفسیر قرآن کے نام سے ایک تفسیر لکھی جس کا نام "تفسیر کبیر" رکھا۔ اس کی ایک جلد (از سورۃ یونس تا سورۃ کہف) شائع ہوئی تو مولانا ثناء اللہ مرحوم نے اس کے دس مقامات پر تعاقب کیا

مولانا اس رسالہ کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

"اس تفسیر میں ایسی اغلاط ہیں کہ ان کو دیکھ کر میرے دل میں خوف پیدا ہوا کہ تفسیر بالرائے کی جلد ثانی طبع ہونے سے پہلے ہی میں اس دارِ فانی کو چھوڑ گیا تو خدا کے ہاں، مجھے سوال ہوگا کہ یہ ضروری کام تم نے کیوں نہ کیا کیونکہ اس تفسیر میں اغلوطات اور تحریفات اس حد تک بھری ہیں۔ جن کو دیکھ کر بے ساختہ زبان پر یہ شعر آجاتا ہے ؎

قتل عاشق کسی معشوق سے کچھ دور نہ تھا
پر تیرے عہد سے پہلے تو یہ دستور نہ تھا

قادیانی تفسیر کو دیکھ کر مؤلف اور اس کے اعوان و انصار کی نسبت صحیح رائے قائم ہو سکتی ہے۔ اس لیے میرے دل میں ڈالا گیا کہ تفسیر بالرائے کی جلد ثانی کا انتظار نہ کیا جائے۔ بلکہ بطور نمونہ چند اغلاط کا ایک رسالہ لکھا جائے۔ اور اس کے ساتھ میاں محمود کا یہ چیلنج کہ

میں قرآنی علوم کا ایسا ماہر ہوں کہ ہر مخالف کو ساکت کر سکتا ہوں"[1]

مولانا فرماتے ہیں!

ان کے اس دعویٰ کی تنقید کے لیے یہ رسالہ لکھا گیا ہے۔

نمونہ تفسیر کبیر اور مولانا ثناء اللہ کا تعاقب:

آیت:۔ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ (سورۃ یونس ع ۲)

اس آیت کی تفسیر میں میاں محمود لکھتے ہیں!

"یہ امر بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ عذاب کے لیے یہ شرط ہے کہ پوری اُمت پر نازل ہو کہ بعض قوم پر"۔[2]

مولانا اس پر تعاقب فرماتے ہیں؟

مؤلف کے یہ فقرات بتا رہے ہیں کہ بڑے مرزا صاحب کا دعویٰ غلط

---

[1] قادیانی تفسیر کبیر ص ۵۱۶ [2] قادیانی تفسیر کبیر ص ۲۵۰

تھا۔ جو طاعون کو اپنے منکروں کے لیے عذاب قرار دیتے ہوئے دنیا سے
چل بسے۔ کیونکہ عذاب کل قوم پر نہیں آیا۔ جو بقول مؤلف تفسیر ہٰذا عذاب
سے موسوم نہیں ہو سکتا۔ اس لیے ہم اس بارے میں مؤلف کے شکر گزار ہیں
کہ انھوں نے اپنے باپ کی کافی تکذیب کر دی۔ سچ ہے ؎

الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا [1]

(۳۲)

لیکھرام اور مرزا

طبع اول ۱۹۴۲ء صفحات ۱۶

مرزا صاحب قادیانی اور ان کے مریدوں کو پنڈت لیکھرام والی پیشینگوئی پر بڑا فخر تھا۔ اور وہ اس کو اس طرح صحیح سمجھتے ہیں جیسے ۲×۲ = ۴

مولانا فرماتے ہیں:

"ہماری تحقیق میں یہ پیش گوئی سب سے زیادہ غلط ثابت ہوئی
اس لیے اس کے متعلق مستقل رسالہ لکھنے کی ضرورت پیش آئی [2]"

مولانا ثناء اللہ نے اس رسالہ میں مرزا صاحب کی پیش کردہ تفصیلات کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ لیکھرام کے قتل سے مرزا قادیانی کی پیشین گوئی سو فی صد غلط ثابت ہوئی۔ اور اس کی صحت کے امکانات ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئے۔

* * * * *

---

[1] بلش قدیر ص ۱۶

[2] لیکھرام اور مرزا ص ۲

(۳۳)

ناقابل مصنف مرزا

طبع اول ۱۹۴۳ء صفحات ۶۴

یہ رسالہ دراصل علم کلام مرزا کا تیسرا حصہ ہے۔ اس میں مولانا مرحوم نے مرزا کے استدلال پر متکلمانہ نظر ڈالی ہے۔ اور مرزا صاحب کی تصانیف کی اندرونی شہادتوں سے ثابت کیا ہے کہ مرزا صاحب ایک قابل مصنف نہ تھے۔ اس رسالہ میں مولانا نے مرزا صاحب کی تین کتابیں منتخب کی ہیں۔

۱۔ براہین احمدیہ

۲۔ آئینہ کمالاتِ اسلام

۳۔ چشمہ معرفت

یہ تینوں کتابیں مرزا قادیانی نے خاص مخالفین اسلام کے خطاب میں لکھی تھیں۔ اور تینوں کتابوں پر کئے گئے تنقیدی اجزاء ایک دوسرے سے الگ رکھے گئے ہیں۔ مولانا کی یہ کتاب قابل مطالعہ ہے۔ اور علمائے کرام نے اس کو بنظر استحسان دیکھا ہے۔

مولانا عبید اللہ رحمانی حفظہ اللہ تعالیٰ شارح مشکوٰۃ المصابیح لکھتے ہیں:

"اس کتاب میں قابل مصنف مولانا ثناء اللہ صاحب نے مرزا غلام احمد قادیانی کی تین مایہ ناز کتابوں، براہین احمدیہ، آئینہ کمالاتِ اسلام اور چشمہ معرفت پر جو ناقدانہ تبصرہ فرمایا ہے۔ قابل دید ہے۔ منطق وکلام ومناظرہ کے اصول وضوابط کے استعمال واجزاء پر مصنف علام کو جو قدرت خداداد حاصل ہے۔ زیرِ نظر کتاب میں آپ نے اس سے پورا کام لیا ہے۔" [۱]

---

[۱] اہلحدیث امرتسر ۲۰ اگست ۱۹۴۳ء

(۳۴)

محمود مصلح موعود

مرزا صاحب قادیانی نے اپنے دور مہدویت ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء

مرزا صاحب قادیانی نے اپنے دور مہدویت ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء کو ایک اشتہار میں عمنوائیل اور بشیر نام ایک مصلح عالم صاحبزادے کی پیدائش کی پیش گوئی کی تھی۔ اس کے بعد ۷ر اگست ۱۸۸۷ء کو پیدا ہونے والے لڑکے کو اس کا مصداق ٹھہرایا۔ لیکن یہ لڑکا ۱۶ ماہ بعد فوت ہو گیا۔ اس کے بعد مبارک احمد پیدا ہوا۔ تو اس کو اس کا مصداق ٹھہرایا۔ لیکن بدقسمتی سے یہ بھی فوت ہو گیا۔ اور اس کے بعد مرزا صاحب خود لقمہ اجل ہو گئے۔

مولانا ثناء اللہ نے اس رسالہ "مصلح موعود" میں خاص مرزا صاحب کی تصریحات وتشریحات کی روشنی میں ثابت کیا ہے۔ کہ مرزا صاحب قادیانی کی یہ پیش گوئی حرف بحرف غلط ثابت ہوئی۔ اور مرزا صاحب کے کذب کی دلیل بن گئی۔ اور میاں محمود اس پیش گوئی کا مصداق نہیں ہو سکے۔

(۳۵)

رسائل اعجازیہ

(۳۶)

تحفہ مرزائیہ

نمبر ۳۵، ۳۶ دونوں رسائل کی تفصیلات نہیں مل سکیں۔ ان کے ناموں سے اس بات کی تصریح ہوتی ہے کہ یہ دونوں کتابیں قادیانیت کی تردید میں ہیں۔

باب ۱۴

در تذکارِ تقلیدیانِ احناف

انگریزی حکومت کی حمایت اور اس کے پاؤں مضبوط کرنے میں ان علمائے کرام کا خاص دخل تھا جنھوں نے حضرت سید احمد شہید بریلویؒ (۱۲۴۶ھ) اور حضرت شاہ اسمعیل شہید دہلویؒ (۱۲۴۶ھ) کی تحریک کی مخالفت کی تھی۔ اس تحریک کے سب سے بڑے مخالف مولانا فضل حق خیر آبادی (م ۱۲۷۷ھ/۱۸۶۱ء) مولوی فضل رسول بدایونی (م ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء) مفتی صدرالدین آزردہ دہلوی (م ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء) اور مولوی فضل امام خیر آبادی (م ۱۲۴۴ھ/۱۸۲۹ء) تھے۔ ان علماء نے اس تحریک کی مخالفت کے ساتھ اپنے انگریزی آقاؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے تنسیخ جہاد کے فتوے جاری کیے۔ [1]

جناب احمد رضا خاں بریلوی (م ۱۳۴۰ھ) اور ان کے رفقاء نے بھی یہی کردار ادا کیا۔ جو مولانا فضل حق خیر آبادی وغیرہ نے ادا کیا تھا۔ جناب احمد رضا خاں صاحب نے بھی تنسیخِ جہاد کے فتوے جاری کیے۔ اور انگریزی اقتدار کی مضبوطی کے لیے ایک

---

[1] تحریک ختم نبوت شورش کاشمیری ص ۱۵

اہم کردار ادا کیا ۔ علاوہ ازیں بدعات و محدثات کی ترویج میں ان کا بہت بڑا حصہ ہے ۔

مولانا ظفر علی خاں (م ۱۳۷۶ھ) فرماتے ہیں ؎

کوئی ٹرکی لے گیا، کوئی ایران لے گیا

کوئی دامن لے گیا، کوئی گریباں لے گیا

رہ گئی تھی ایک دولت فقط اسلام کی

وہ بھی ہم سے چھین کر احمد رضا خاں لے گیا

۱

حدیثِ نبوی و تقلیدِ شخصی

طبع اول ۱۹۰۹ء ۔ طبع دوم ۱۹۱۲ء ۔ طبع سوم ۱۹۱۴ء ۔ صفحات ۳۲

اس رسالہ میں حدیث نبوی اور تقلید شخصی کی تحقیق اور منکرین حدیث کے جوابات درج ہیں ۔

مولانا فرماتے ہیں !

"پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ خطبوں میں ارشاد فرمایا تھا ۔

خیر الحدیث کتاب اللہ وخیر الهدی هدی محمد صلی اللہ علیہ وسلم وشر الامور محدثاتها وکل بدعة ضلالة وکل ضلالة فی النار ۔

یعنی

سب کلاموں سے خدا کا کلام اچھا ہے اور سب طریقوں سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ بہتر ہے ۔

اس سے آپ کی غرض یہ تھی کہ لوگ میری سنت اور چال پر چلیں ۔ ایسا نہ ہو کہ میری سنت کو چھوڑ کر اور طرف کو بہک جائیں ۔ چنانچہ اسی فکر میں آپ نے یہ

آخری وصیت فرمائی تھی۔ جس کے الفاظ طیبہ یہ ہیں:

ترکت فیکم الثقلین لن تضلوا ما تمسکتم بہما کتاب الله وسنتی

یعنی

تم میری دو باتیں چھوڑ چلا ہوں۔ جب تک تم ان سے تمسک کرو گے۔ ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ ایک کتاب الله اور دوسری میری سنت۔"[1]

اس کے بعد مولانا فرماتے ہیں:

"ایک زمانہ تو ان پر دہ بھی گزرا جس میں روایات فقہیہ میں توغل اور آراء الرجال میں مشغول ہونے کی وجہ سے احادیث نبوی سے بے پروا رہے لیکن دل میں تعظیم و تکریم ہوتی تھی۔

آخر اہلحدیث کی تحریک سے لوگ حدیث کی طرف متوجہ ہوئے اور ہندوستان میں بفضلہ تعالیٰ کہیں کہیں درس حدیث کی آواز آنے لگی۔ کہ ناگاہ علی گڑھ سے سر سید احمد خاں نے حدیث کی طرف اپنے منکرانہ خیالات شائع کیے۔ اس وقت بھی اہلحدیث[2] ہی اس فتنہ کو مٹانے کے لیے سینہ سپر ہوئے۔ وہ شور و شغف ابھی مٹنے نہ پایا تھا کہ ایک صاحب عبد اللہ چکڑالوی سر سید سے بھی آگے بڑھ گئے۔ اور انھوں نے اپنی نماز ہی الگ ایجاد کر لی جس کا نام "صلوٰۃ القرآن" تھا۔ اور تکبیر تحریمہ کی جگہ یہ آیت لکھی:

ان الله هو العلی الکبیر

چنانچہ بعض دوستوں نے مجبور کیا کہ اس مسئلہ کی تحقیق ہونی چاہیے کہ قرآن شریف کو حدیث سے کیا نسبت ہے۔ اس لیے یہ رسالہ تحریر کیا گیا ہے۔"

---

[1] حدیث نبوی اور تقلید شخصی طبع سوم ص ۱

[2] مراد مولانا ابو سعید محمد حسین بٹالوی (م ۱۳۳۶ھ) بذریعہ ماہنامہ اشاعۃ السنۃ (عراقی)

(۲)

علم الفقہ

طبع اوّل ۱۹۱۳ء طبع دوم ۱۹۲۱ء صفحات ۲۴

اس رسالہ میں علم فقہ کے متعلق انیق کی گئی ہے۔

سبب تالیف:

مولانا فرماتے ہیں!

"علم فقہ جو ایک واجب القدر اور لائق عزت علم ہے جس کے فضائل قرآن و حدیث میں بہت کچھ آئے ہیں۔ اس کے متعلق بہت کچھ موشگافیاں اور بحثیں ہو رہی ہیں۔ ایک فریق اس کو قابل عزت جانتا ہے تو دوسرا مورد الزام قرار دیتا ہے۔ ایک اس کو صراط مستقیم کہہ کر قرآن و حدیث سے مستغنی ہے تو دوسرا اس کو بے ضرورت چیز نام رکھتا ہے۔

پس اس کتاب کا موضوع علم الفقہ ہے اس کے متعلق ہم یہ بتلائیں گے کہ آیا یہ واجب القدر علم کسی ایک شخص کی محض رائے کا نتیجہ ہے یا کسی ایک کا بے دلیل قول۔ جیسا کہ اس کے مخالف کہتے ہیں یا مدلل اس میں کچھ ترقی ہوئی ہے۔ ایک ہی زمانہ میں ہو کر رہ گئی یا مختلف زمانوں میں ہوئی اور ہوگی "[1]

(۳)

تقلید شخصی اور سلفی

طبع اوّل ۱۹۱۲ء صفحات ۵۲

اس رسالہ میں مسئلہ تقلید (ہر دو نوع) کی تحقیق اور کتاب حقیقۃ الفقہ مولانا انوار اللہ

[1] علم الفقہ طبع دوم ص ۱

مرحوم حیدرآبادی اور رسالہ 'الاقتصاد' مصنفہ مولانا محمد اشرف علی تھانوی (م ۱۳۶۲ھ) کا جواب ہے۔

مولانا ثناء اللہ نے اس رسالہ میں تقلید کی تعریف، توضیح اور تمثیل کے عنوان سے صفحہ ۳ تا ۱۶ بحث کی ہے اور تقلید شخصی کے عنوان سے صفحہ ۱۶ تا ۴۱ بحث کی ہے اور صفحہ ۴۱ تا ۵۲ تقلید شخصی سے متعلق اظہار خیال کیا ہے۔

مولانا اس رسالہ کا خلاصہ بایں الفاظ بیان کرتے ہیں۔

"مسئلہ تقلید کی تعریف علمائے سلف میں کوئی عالم کسی عالم کا مقلد نہ تھا۔ بلکہ ہر ایک عالم اپنے علم کے مطابق عمل کرتا تھا۔ امام ابوحنیفہ صاحب کے شاگرد بھی خود امام ممدوح کے مقلد نہ تھے۔ بلکہ فروع اور اصول دونوں میں اپنے فہم کے مطابق ان سے اختلاف رائے رکھتے تھے۔ لہٰذا کسی عالم یا جاہل پر کسی دوسرے عالم یا مجتہد یا محدث کی تقلید فرض و واجب نہیں بلکہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی پابندی فرض ہے۔[1]

(۴)

تکذیب المفکرین

طبع اول ۱۹۲۲ء صفحات ۴

حنفیہ کی بریلویہ شاخ نے اہلحدیث پر بے سر و پا اعتراضات کیے۔ مولانا اس رسالہ میں مہذبانہ طریق سے جواب دیتے ہیں۔

ــــــــــــ

[1] تقلید شخصی اور سلفی ص ۲

(۵)

فقہ اور فقیہہ

طبع اوّل ۱۹۲۵ء ۔صفحات ۲۸

اس رسالہ میں فقہ ، اصول فقہ اور فقیہہ پر مفصل بحث کی گئی ہے ۔مولانا اس کی وجہ تالیف یہ بیان کرتے ہیں ۔

"بہت سے مسائل اہلِ اسلام میں ایسے ہیں جن کو فرقہ وارانہ کشمکش نے اختلافی بنا رکھا ہے ۔حالانکہ وہ حقیقت میں اختلافی نہیں منجملہ مسئلہ علم فقہ کی عظمت اور فقیہہ کی عزت ہے ۔کچھ شک نہیں کہ حدیث شریف

من یرد اللہ بہ خیرا یفقہ فی الدین ٥

یعنی

خدا جس کے حق میں بھلائی چاہتا ہے اس کو دین میں

فقہ سے بہرہ ور کرتا ہے

کے ماتحت علم فقہ اشرف علم ہے ۔اہلحدیث اس علم کے اس قدر مداح ہیں جس کا یہ علم مستحق ہے. باوجود اس کے فریقین (اہل حدیث اور اہل فقہ) میں نزاع کیوں ۔اس نزاع کی تہ تک پہنچنے کے لیے اس رسالہ کی تصنیف کی ضرورت محسوس ہوئی ۔" [۱]

مولانا نے پہلے یہ مضمون اخبار اہلحدیث امرتسر میں ۱۳ رجون ۱۹۲۴ء تا ۱۲ ستمبر ۱۹۲۴ء میں شائع کیا ۔بعد میں اس کو کتابی شکل میں مرتب کرکے شائع کیا ۔ یہ مضمون ماہنامہ فیض ماہنامہ فیض امرتسر کے ایک مضمون کے جواب میں ہے ۔جس میں مضمون نگار نے فقہ کے بارے میں ایک طویل مضمون شائع کیا ۔ مگر یہ مضمون صرف طویل ہی تھا ۔اس میں فقہ کی جامع مانع تعریف ،فقیہ کی تعریف ، محدث کی تعریف ، مقلد اور فقیہہ میں امتیاز اور

---

[۱] فقہ اور فقیہہ ص ۱

اصول فقہ کی تعریف وغیرہ مباحث کو چھیڑا تک نہیں ۔ مولانا ثناء اللہ مرحوم نے جواباً ان تمام مباحث پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور کتب اول سے ان تمام مباحث کی تعریفات پیش کی ہیں ۔

مولانا کی یہ کتاب بہت عمدہ مباحث پر مشتمل ہے ۔

صفحہ ۲۷ تا ۲۸ ، امام غزالی کی رائے تقلید کے متعلق درج کرتے ہوئے رسالہ کا اختتام کیا ہے اور ساتھ ہی یہ شعر درج ہے ۔ ؎

نہ رکھ تقلید کی کچھ سند پھر اس پہ اڑتے ہیں
عجب دانا مقلد ہیں کہ بے ہتھیار لڑتے ہیں

(۶)

اجتہاد و تقلید

طبع اول ۱۹۱۸ء ۔ طبع دوم ۱۹۲۳ء ۔ طبع سوم ۱۹۲۵ء ۔ صفحات ۱۷
طبع چہارم ۱۹۶۸ء (لاہور) صفحات ۹۳

اس رسالہ میں دونوں مسئلوں (اجتہاد و تقلید) نصاب اجتہاد ، نصاب تفسیر، اجماع ادلہ اربعہ اور اصول خمسہ کی معقول اور کافی تحقیق کی گئی ہے ۔

مولانا فرماتے ہیں !

"اجتہاد و تقلید کا مسئلہ ہندوستان کے اندر مدت سے منجھ رہا ہے ۔ لیکن اس کی تہ میں یہ راز آج تک کسی مصنف نے نہیں کھولا یا میری نظر سے نہیں گزرا ۔ کہ منصب اجتہاد کوئی وہبی وصف ہے یا کسبی ۔ یہ راز منکشف ہونے پر تقلید و عدم تقلید کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا ۔ پس یہ اس مختصر رسالہ کا موضوع ہے" [1]

---

[1] اجتہاد و تقلید طبع لاہور ص ۱۵

(۷)

اصلی حنفیت اور تقلید شخصی

طبع اول ۱۹۲۶ء صفحات ۴۸

مولانا احمد علی لاہوری (م ۱۳۸۱ھ) کے مشہور رسالہ "اصلی حنفیت" کے رد میں ایک بریلوی مولوی صاحب نے ایک رسالہ لکھا تھا۔

مولانا ثناء اللہ مرحوم نے بمصداق

بلائیں زلفِ جاناں کی اگر لیں گے تو ہم لیں گے

بریلوی مولوی صاحب کے رسالہ کے جواب میں لکھا۔ اور بریلوی مولوی کو جرأت نہ ہوئی کہ اس کا جواب الجواب لکھے۔

(۸)

تنقید تقلید

طبع اول ۱۹۲۷ء صفحات ۷۶۔ طبع دوم (دھلی)

یہ رسالہ ایک تحریری مناظرہ کی روئداد ہے۔

جو مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری اور مولانا سید مرتضیٰ حسن دیوبندی (م ۱۳۷۱ھ) کے درمیان مسئلہ تقلید پر ہوا تھا۔

یہ تحریری مناظرہ اخبار اہلحدیث امرتسر اور اخبار العدل گوجرانوالہ کے درمیان ہوا تھا۔ اخبار العدل مولانا عبد العزیز دیوبندی (م ۱۳۵۹ھ) کی ادارت میں شائع ہوتا تھا۔ بعد میں یہ مباحثہ "تنقید تقلید" کے عنوان سے کتابی صورت میں چھپا۔

مولانا فرماتے ہیں!

"آج کتب علمیہ اور کتب اصول، کتب فقہ، کتب کلامیہ بلکہ کتب صرف و نحو میں بعض ایسے الفاظ مستعمل ہیں جن پر سارے علوم کی بنا ہے

حالانکہ وہ الفاظ ان معنیٰ کی ماتحت نہ لغت میں ملتے ہیں نہ قرآن وحدیث میں۔ مثلاً علم نحو میں کلمہ، اسم، فعل، حرف وغیرہ کی تعریفات یا علم اصول میں عام وخاص وغیرہ کی تعریفات کسی آیت یا حدیث میں نہیں ملیں۔ بلکہ یہ سب الفاظ علمائے فن کی اصطلاحات ہیں۔ اس لیے انہی کی تصریحات سے ان کا ثبوت دیا جاتا ہے۔ اسی قسم سے لفظ 'تقلید' ہے جو اصطلاحی معنی کی حیثیت سے نہ قرآنی لفظ ہے نہ حدیثی بلکہ علم اصول فقہ کی اصطلاح ہے۔ لہذا اس کی تعریف اور اس کے معنی علماء اصول فقہ ہی کے لفظوں میں بتائے جائیں گے۔ جیسے فعل، حرف اور اسم وغیرہ کی تعریفات علم نحو کی کتب سے کی جاتی ہیں، نہ کہ قرآن وحدیث یا اقوال سلف سے ایسے امور کا ثبوت قرآن وحدیث سے طلب کرنے کا نام واقفی رکھا جائے یا کچھ اور رکھا جائے۔ ہم اس کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتے ؎

اگر گویم زباں سوزد" [1]

مولانا نے اس رسالہ میں پہلے مولانا مرتضیٰ حسن کا مضمون نقل کیا ہے اور نیچے حاشیہ نمبروار اس کا مدلل جواب دیا ہے۔

مولانا عبدالعزیز مرحوم نے بھی اخبار العدل میں مسئلہ تقلید پر تبصرہ فرمایا تھا مولانا ثناء اللہ مرحوم نے اس تبصرہ کا جواب صفحہ ۷۰ تا ۷۶ دیا ہے۔ مولانا کا یہ رسالہ بہترین علمی مباحث پر مشتمل ہے۔

[1] تنقید و تقلید ص ۶

(۹)

اقتدائے اہلحدیث

طبع اول ۱۹۳۱ء صفحات ۵۶

بریلوی عالم مولوی امام الدین (کوٹلی لوہاراں) نے ایک رسالہ "وہابیوں کی مذمت"

لکھا تھا۔

رسالہ کیا تھا۔ مولوی امام الدین کی جہالت، کم علمی اور تعصب کا مرقع تھا۔ جس پر جماعت اہلحدیث پر بے جا الزامات کی بوچھاڑ تھی۔ جگہ جگہ بدکلامیوں کی بھرمار۔

مولانا اس کے جواب میں فرماتے ہیں!

بدم گفتی وخورسندم عفاک اللہ، نکو گفتی
جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا

اور خاتمہ پر لکھا!

"ہم نے ایک غیر ضروری کام میں اتنا وقت لگا دیا[1]۔ تاکہ ہمارے بھولے بھالے حنفی بھائی بے وجہ ہم سے جدا رہ کر خدا کے ہاں ماخوذ نہ ہوں ورنہ ان کی عدم اقتدار سے ہمارا کیا نقصان، ما بخیر شما بسلامت۔

اللھم اصلح ذات بیننا وانصرنا علی عدوك وعدونا"

(۱۰)

معقولاتِ حنفیہ

طبع اول ۱۹۳۶ء صفحات ۲۴

معقولاتِ حنفیہ دراصل نامعقولاتِ حنفیہ ہے۔ اس میں حنفی مسلک کے درج ذیل سات مسائل کی نامعقولیت ثابت کی گئی ہے۔

۱۔ مفقود الخبر: جو شوہر مدت العمر غنقا رہے۔ اس کی منکوحہ کیا کرے

۲۔ زن مرتدہ۔ جو عورت دین اسلام چھوڑ کر (مرتدہ) عیسائی یا آریہ

---

[1] مولانا مرحوم کے اس فقرہ کا مطلب یہ ہے کہ جو حضرات اخلاق کو پس پشت ڈال دیں اور ان کو خوف خدا بھی نہ ہو تو ایسے حضرات کو منہ لگانا تضیع اوقات ہے مگر کلمہ حق کہنے سے بھی نہیں رہا جاتا۔ اس لیے ان کی خرافات کا جواب دینا پڑتا ہے (عراقی)

ہو جائے ۔ اس کا کیا حکم ہے ؟

۳ ۔ حرمتِ مصاہرت : جس عورت سے مرد نکاح کرے ۔ اس کی والدہ ناکح پر حرام ہے ۔ جس مرد سے عورت نکاح کرے ۔ اس کا باپ عورت پر حرام ہے اس کو حرمت مصاہرت کہتے ہیں ۔ اس بارے میں فقہائے کرام کیا کہتے ہیں ۔

۴ ۔ خیارِ بلوغ : کسی لڑکی یا لڑکے کا نکاح شیر خواری یا نابالغی میں کر دیا جائے نکاح تو جائز ہے مگر بعد بلوغت لڑکے یا لڑکی کو اختیار ہے ۔ کہ یہ نکاح قبول کرے یا فسخ کرے ۔ اس کو خیار بلوغ کہتے ہیں ۔

۵ ۔ مسئلہ دہ در دہ : کوئیں میں نجاست گر جائے یا کوئی جانور گر کر مر جائے تو اس میں سے کتنا پانی نکالا جائے کہ وہ کنواں پاک ہو جائے ۔

۶ ۔ اقتدائے مقیم یا مسافر : مقیم اگر مسافر کی اقتدار کرے اور مسافر امام جب سلام پھیرے تو مقیم کھڑا ہو کر باقی نماز میں کچھ نہ پڑھے ۔

۷ ۔ تفریق بین الزوجین : بحکم قرآن مجید عورت کا نان و نفقہ مرد پر واجب ہے ۔ اگر مرد دانستہ نہ دے ۔ تو عورت بحکم حاکم لے سکتی ہے ۔ لیکن ناداری کی حالت میں کیا کرے ۔

مولانا ثناء اللہ نے ان سات مسائل حنفیہ پر تبصرہ فرمایا ہے اور اس بات کی تصریح کی ہے کہ ان مسائل پر فقہائے احناف نے جو فتویٰ دیا ہے ۔ اس پر کسی صورت میں بھی عمل درآمد نہیں ہو سکتا ۔

مثلاً !

۱ ۔ مفقود الخبر کے بارے میں علمائے احناف فرماتے ہیں کہ جب مفقود الخبر کی عمر ۱۲۰ سال تک پہنچ جائے ۔ تو اس کے بعد اس کی عورت نکاح کرے ۔ [۱]

۲ ۔ زن مرتدہ کے بارے میں فقہائے حنفیہ فرماتے ہیں : جو منکوحہ عورت مرتدہ ہو جائے ۔ ۷۵ دُرّے سزا دینے کے بعد اس کو اسلام میں آنے اور پہلے خاوند سے

---

[۱] معقولات حنفیہ ص ۳

نکاح کر لینے پر مجبور کیا جائے۔ چاہے مہر تھوڑا سا ایک دینار ہو۔ اور دوسری عورتوں کو تنبیہہ ہو۔ (رد المحتار) [۱]

اسی طرح بقیہ ۵ مسائل ہیں۔ جن پر آپ نے تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

مولانا فرماتے ہیں:

"حضرت امام ابوحنیفہ کی نسبت ہمارا وہی اعتقاد ہے جو امام ذہبی (م ۷۴۸ھ) نے تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے۔

وہ امام عالم، عابد بڑی شان والے تھے۔ حکومت کے وظائف قبول نہ کرتے۔ بلکہ اپنے گزارہ کے لیے تجارت اور کسب کرتے تھے۔" [۲]

چونکہ عصمت فی الکلام خاصہ نبوت ہے اس لیے کسی امام کے کسی مسئلے کی جانچ کرنا یا اس کی دلیل نہ ملنے سے اُسے واجب العمل نہ جاننا خصوصاً اس کے اتباع کے اقوال کو جو انھوں نے اپنے فہم سے داخل مذہب کر رکھے ہیں بمقابلہ مدلل بات کے ترک کر دینا سوءظنی کا محل نہیں۔ سلف سے خلف تک ایسا ہی ہوتا چلا آیا ہے۔

حق یہ ہے کہ انہی بزرگوں نے ہم کو تنقید مسائل کی دولت تعلیماً و تعمیلاً سکھائی ہے ہے۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء [۵]

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خوں غلطیدن

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را [۳]

آخر میں مولانا فرماتے ہیں:

"اصل غرض اس سے یہ ہے کہ مسلمان بھائیوں پر واضح کیا جائے کہ اصل اتباع قرآن و حدیث کی ہے۔ کسی عالم یا امام، محدث یا مجتہد کے اقوال کو یہ درجہ نصیب نہیں۔"

معقولات حنفیہ میں مولانا محمد اشرف علی تھانوی (م ۱۳۶۲ھ) کے رسالہ "الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزہ" پر بھی ناقدانہ تبصرہ کیا گیا ہے۔

---

[۱] معقولات حنفیہ ص ۱۰ [۲] تذکرۃ الحفاظ ج ۱، ص ۱۵۱ [۳] معقولات حنفیہ ص ۱

(۱۱)

اصول الفقہ

(عربی)

طبع اوّل ۱۹۳۰ء صفحات ۸

یہ رسالہ اصول فقہ کی مصطلحات اور ان کی تعریف میں لکھا گیا ہے۔

باب ۱۵

تائید اہلحدیث

(۱)

اہل حدیث کا مذہب

طبع اول ۱۸۹۹ء ۔ طبع دوم ۱۹۰۱ء ۔ طبع سوم ۱۹۰۷ء طبع چہارم ۱۹۱۵ء
طبع پنجم ۱۹۲۱ء ۔ طبع ششم ۱۹۲۸ء ۔ پاکستان میں طبع ہفتم ۱۹۵۵ء لاہور
طبع ہشتم ۱۹۷۱ء (لاہور)

"اہل حدیث کا مذہب" اہل حدیث کی دستاویز ہے ۔

مولانا ثناء اللہ اس کی وجہ تالیف بعنوان "التماس مصنف" فرماتے ہیں :

"اہل حدیث اور حنفیہ کا اختلاف دراصل وہی اختلاف ہے جو ابتدا سے حنفیہ اور شافعیہ میں چلا آتا ہے ۔ جسے ناحق رائی کا پہاڑ بنایا گیا ۔

اہل حدیث کی نسبت کئی ایک من گھڑت افتراء لگائے گئے ہیں اور لگائے جاتے ہیں ۔ بڑا افترا جس نے اس مسلک کو سب کی نظروں میں حقیر اور ملعون کر رکھا ہے ۔ اور واقعی درصورت ثابت ہونے کی اسی ذلت اور حقارت کو مستلزم ہے کہ یہ لوگ حضرات انبیاء اور اولیاء کی توہین کرتے

ہیں۔ بلکہ اس توہین کو اپنا دینی شعار سمجھتے ہیں۔ یہ بزرگوں کے منکر ہیں اور اولیاء کرام کی کرامات کے انکاری، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے منکر، پھوپھی سے نکاح جائز تبلاتے ہیں۔ سور کی چربی کو حلال کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑے بھائی جتنا ادب کرتے ہیں (یہ افتراء توہین انبیاء والے افتراء سے صریح تناقض ہے فافہم۔ وغیرہ وغیرہ [1]"

مولانا فرماتے ہیں:

"ان افترایات کو دفع کرنے میں اہلحدیث نے مقدور بھر کوشش کی جو خدا کے فضل سے پوری موثر ہوئی۔ چنانچہ اسی کوشش کا نتیجہ ہے۔ کہ جس کسی نے اہل حدیث کے مذہب سے پوری واقفیت حاصل کرلی۔ بس یہی واقفیت اس کی ہدایت کا سبب ہوگئی۔ یہ رسالہ بھی انہی کوششوں میں سے ایک ہے۔ اس رسالہ میں صرف اہلحدیث سے افترایات ہی کا دفیعہ پیش ہوگا۔ بلکہ بعض ایسے مسائل کا ذکر مع ثبوت بھی ہوگا جس کو واقعی اہلحدیث مانتے ہیں۔ بعنوان۔ اہلحدیث کے مذہب کا بانی کون ہے"

مولانا فرماتے ہیں:

"اہلحدیث کے مذہب کے بانی سید الانبیاء محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ فخر آدم فخار بنی آدم فداہ ابی و امی علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اہل حدیث ایک مسئلہ پر قرآن شریف کی آیت یا حضور اقدس کی حدیث ہی سے مقدماً استدلال کرتے ہیں" [2]

"جہلاء میں مشہور ہے کہ اہل حدیث کے مذہب کا بانی عبدالوہاب نجدی ہے۔ مگر حاشا وکلا ہمیں اس سے کوئی نسبت نہیں۔ وہ بھی ہمارے حنفی مقلد بھائیوں کی طرح مقلد تھا"۔

---

[1] اہل حدیث کا مذہب طبع لاہور ۱۹۰۷ء ص ۶

[2] اہل حدیث کا مذہب طبع لاہور ۱۹۰۷ء ص ۸

مولانا رشید احمد گنگوہی (م ۱۳۲۳ھ) لکھتے ہیں۔

"عبدالوہاب نجدی بڑا خوش اعتقاد تھا۔ اور حنبلی مذہب کا مقلد تھا۔"[ل]

خلاصہ مذہب اہلحدیث:

اہل حدیث کے مذہب کا خلاصہ 'لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ' ہے یعنی جو تعلیم سید الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بذریعہ قرآن اور احادیث صحیحہ کے مخلوق کو فرمائی ہے۔ اس کا اتباع کرنا ہمارا مذہب ہے۔ اور بس:

مولانا کی یہ مایہ ناز کتاب کئی بار چھپ کر مقبولیت حاصل کر چکی ہے۔ اور اس کا شمار مولانا کی بہترین کتب میں ہوتا ہے۔ مطبوعہ امرتسر صفحہ اوّل پر یہ شعر درج ہے ؎

اصل دیں آمد کلام اللہ معظم داشتن
پس حدیث مصطفےٰ بر جاں مسلّم داشتن

(۲)

فتوحات اہل حدیث

طبع اول ۱۹۰۵ء صفحات ۷۶

اس رسالہ میں ان مقدمات کی تفصیل ہے جو فروعی مسائل میں اہلحدیث اور مقلدین احناف کے درمیان چلتے رہے۔ اور ان مقدمات میں عدالتی فیصلے اہلحدیث کے حق میں ہوئے۔ مولانا ثناء اللہ نے عدالتوں سے نقلیں حاصل کر کے اس رسالہ میں جمع کیں۔

مولانا فرماتے ہیں۔

"جو چیز حق اور صحیح ہوتی ہے وہ ہر جگہ صحیح رہتی ہے اور صحیح چیز کا اعتراف کیا جاتا ہے۔"

ل فتاوٰی رشیدیہ ص ۸ مطبوعہ مراد آباد

(۳)

اسلام اور اہلحدیث

طبع اوّل ۱۹۱۶ء صفحات ۸ - طبع دوم ۱۹۷۰ء (لاہور) صفحات ۱۴

اس مختصر رسالہ میں مولانا ثناء اللہ مرحوم نے "اسلام کی مختصر تاریخ" کے عنوان سے صفحہ ۶ تا ۸، اس بات کی نشاندہی کی ہے۔ کہ طبقہ اولیٰ میں فرقہ بندی نہیں تھی۔ اور صفحہ ۸ تا ۱۲ میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ فرقہ بندیوں نے اسلام کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور صفحہ ۱۲ تا ۱۴ بعنوان، "ایک اعتراض کا دفعیہ"

مولانا فرماتے ہیں: کہ

"اہل حدیث بحیثیت نام کے ایک فرقہ کہا جائے تو اور بات ہے مگر اصول اور عمل کی حیثیت سے یہ کوئی فرقہ بندی نہیں۔ بلکہ وہی ایک گروہ ہے۔ جو تعلیم نبوت سے پیدا ہوا تھا۔
اس فرقہ کی روش قرآن وحدیث پر عمل کرنے کی تھی۔ نہ اس فرقے نے اپنے دستور العمل میں کوئی اضافہ کیا۔ نہ سلف صالحین سے علٰحدگی کی۔ بلکہ بعینہٖ اسی طرح قرآن وحدیث یا یوں کہیے کہ قرآن اور طریقہ نبی علیہ السلام کو صحابہ کی روش پر محفوظ رکھا [1]"

مزید ارشاد فرماتے ہیں:

"دوسرے فرقوں نے اپنی نسبت اپنے اماموں کی طرف کر کے حنفی شافعی وغیرہ القاب اختیار کیے۔ چونکہ اس فرقہ کی نسبت کسی غیر کی طرف نہ تھی۔ بلکہ طبقہ اولیٰ کی طرح صرف نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف تھی۔ اس لیے اس نے اپنے طریقِ عمل کے مطابق اپنا لقب "اہلحدیث" رکھا۔ جو اس کے طریقِ عمل کے لحاظ سے بہت موزوں ہے۔ ورنہ اس کا

[1] اسلام اور اہل حدیث۔ طبع لاہور ص ۱۲

اصولِ دین جو بنیاد مذہب ہے۔ وہی ہے جو طبقۂ اولیٰ کے مسلمانوں کا تھا یعنی قرآن و حدیث بطریق سلف صالحین۔

اہلحدیث لقب کے یہ معنی ہیں کہ احادیثِ رسول پر عمل کرنے والے یہی معنی ہیں ؏

کسی کا ہو رہے کوئی نبیؐ کے ہو رہے ہم "[1]

(۴)

آمین رفع الیدین

طبع اول ۱۹۲۱ء صفحات ۱۶

اس رسالہ میں دونوں مسائل کا ثبوت احادیث صحیحہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضؓ کے فتاویٰ سے دیا گیا ہے۔

مولانا فرماتے ہیں:

"ہندوستان میں علم حدیث عرصہ سے جاری ہے۔ مگر بالحدیث تھوڑے عرصہ سے جن علمائے کرام نے حدیث کو خالی الذہن غیر جانب دار ہو کر محض ہدایت نفس کے لیے پڑھا۔ ان کو عمل بالحدیث کا بھی شوق ہوا۔ اور انھوں نے اس علم کے عشق میں دیوانہ وار یہ اشعار پڑھے ؎

کیا تجھ سے کہوں حدیث کیا ہے
دردانہ درج مصطفےٰ ہے
صوفی و عالم و حکیم و نبی
کرتے رہے اس کی خوشہ چینی

---

[1] اسلام اور اہلحدیث طبع لاہور ۱۹۷۰ء ص ۱۳

بابا کے ہاں سے کون لایا
جس نے پایا یہیں سے پایا

اور بعنوان "اطلاع" فرماتے ہیں۔
عاملین بالحدیث کو ضروری ہے کہ نماز موافق سنت صحیحہ کے پڑھا کریں۔ جیسا اُن کا دعویٰ ہے کہ ؎

کسی کا ہو رہے کوئی نبی کے ہو رہے ہم

تو پھر نماز جیسی عبادت کو موافق سنت ادا کرنے میں کیا عذر ہو سکتا ہے۔

(۵)

فاتحہ خلف الامام

طبع اول ۱۹۲۱ء۔ صفحات ۸

فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ اختلافی نہیں۔ مگر اس عظیم سنت کو علمائے تقلید نے اختلافی مسئلہ بنا دیا۔ حالانکہ اس کا ثبوت احادیث صحیحہ مرفوعہ سے ملتا ہے۔ مولانا ثناء اللہ مرحوم نے اس رسالہ احادیث صحیحہ مرفوعہ کی روشنی میں یہ ثبوت بہم پہنچایا ہے کہ فاتحہ خلف الامام سری اور جہری نمازوں میں پڑھنا فرض ہے۔ اور اس کے نہ پڑھنے سے نماز نہیں ہوتی [1]

---

[1] علمائے اہل حدیث نے اس مسئلہ پر تحقیقی کتابیں لکھی ہیں اور ان میں علمائے احناف کی طرف سے کیے گئے اعتراضات اور ان کے فراہم کردہ ثبوت کا تحقیقی جائزہ لیا ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت امام مولانا محمد عبد الرحمٰن صاحب مبارک پوری (م ۱۳۵۳ھ) صاحب تحفۃ الاحوذی فی شرح جامع ترمذی کی "تحقیق الکلام فی وجوب فاتحۃ خلف الامام" اور حضرت مولانا حافظ محمد صاحب محدث گوندلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی "خیر الکلام فی وجوب فاتحۃ خلف الامام" [illegible] (عراقی)

باب ۱۶

تنقیدی کتب

(۱)

الکلام المبین فی جواب الاربعین

طبع اول ۱۹۰۶ء۔ صفحات ۱۰۶

آپ کی مایہ ناز تفسیر قرآن بزبان عربی 'تفسیر القرآن بکلام الرحمان' کے نام سے شائع ہوئی تو حضرت الامام مولانا سید عبدالجبار غزنوی (م ۱۳۳۱ھ) نے اس پر تعاقب کیا۔ اور تفسیر میں ایسی ۴۰ اغلاط کی نشاندہی کی جس سے بقول حضرت الامام آپ نے سلف صالحین کا طریقہ اختیار نہیں کیا۔

حضرت الامام نے اپنے رسالہ کا نام "الاربعین فی ان ثناء اللہ لیس علی مذہب المحدثین" رکھا۔ اس پر مفصل تبصرہ آپ باب میں 'داخلی انتشار' کے تحت پڑھ چکے ہیں۔ مولانا ثناء اللہ مرحوم نے 'الاربعین' کے جواب میں 'الکلام المبین' لکھی اور اس میں اپنا دفاع کیا۔

(۲)

فیصلہ آرہ

طبع اوّل ۱۹۰۵ء۔ صفحات ۶۴

اس رسالہ میں 'الاربعین' از حضرت الامام غزنوی اور 'الکلام المبین' از مولانا امرتسری پر حضرات علماء آرہ کا محاکمہ ہے۔ جس کی تفصیل یوں ہے کہ مذاکرہ علمیہ (آرہ) کے سالانہ جلسہ (۱۹۰۴ء) پر مولانا حافظ عبداللہ صاحب غازی پوری (م ۱۳۳۷ھ) مولانا شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی (م ۱۳۲۹ھ) اور مولانا شاہ عین الحق پھلواری (م ۱۳۳۳ھ) کے بارے میں جلسہ میں موجود علمائے اہلحدیث نے قرار دیا۔ کہ وہ اس قضیہ میں محاکمہ (فیصلہ) کریں۔ چنانچہ ایک معاہدہ لکھا گیا۔ جس میں مولانا ثناء اللہ مرحوم نے بھی دستخط کیے۔ مذکورتین بزرگوں نے دونوں کتابوں پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے نتیجہ رفیصلہ یہ دیا۔

"ہم حکموں کا اس پر اتفاق ہے کہ 'تفسیر القرآن بکلام الرحمان' کے مقامات مذکورہ یعنی ۴۰ سے ۴۲ بلاشبہ ایسے ہیں کہ 'فرق ضالہ' کے خیالات کو تائید پہنچا سکتے ہیں۔ اور اہل سنت، اہل حدیث کے مخالف اس سے خوش ہوں گے۔ اور عند المقابلہ اس تفسیر سے تمسک کریں گے۔ یہ تو مولوی ثناء اللہ صاحب کو گویا کہ اقرار ہی ہے کہ محدثانہ روش پر یہ تفسیر نہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار"[1]

یہ رسالہ مولانا ثناء اللہ صاحب نے "فیصلہ آرہ" کے نام سے شائع کر دیا لیکن جابجا اس پر تنقید فرماتے گئے۔ والقصۃ طولھا۔

---

[1] فیصلہ آرہ ص ۸۔ ضمیمہ ماہنامہ ضیاء السنۃ کلکتہ جلد ۳ نمبر ۷۔ رجب ۱۳۲۳ھ ص ۳۴ طبع امرتسر

(٣)

دلیل الفرقان بجواب اہل القرآن

طبع اول ١٩٠٦ء۔ صفحات ٤٠

اس رسالہ میں مولوی عبداللہ چکڑالوی کے رسالہ 'برہان الفرقان' کا جواب ہے۔
'برہان الفرقان' میں چکڑالوی صاحب نے نماز پنجگانہ قرآن شریف سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ مولانا نے اس رسالہ میں چکڑالوی صاحب کی خرافات کا جواب دیا ہے 'برہان الفرقان' ٢٠٨ صفحات پر مشتمل ہے اور مولانا ثناء اللہ مرحوم نے اس کا جواب ٣٨ صفحات میں دیا ہے۔ اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ 'برہان الفرقان' میں چکڑالوی نے کتنی طولانی خرافات جمع کر دی ہیں۔

مولانا نے اس رسالہ میں رکعاتِ نماز اور قعدہ کے عنوان سے چکڑالوی کی خرافات کا جواب دیا ہے۔ بقیہ 'برہان الفرقان' میں جو کچھ لکھا ہے مولانا فرماتے ہیں! کہ وہ اس قابل نہیں کہ اس کا جواب دیا جائے۔ اُس کا جواب دینا تضیع اوقات ہے۔

(٤)

امرتسری غزنوی نزاع کا فیصلہ

طبع اول ١٩٢٦ء صفحات ٦٤

اس رسالہ کا پورا نام 'تحفۃ النجدیہ اعنی فصل قضیۃ الاخوان بذکر تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن والفتوٰی علی تاویل الاستواء' ہے۔ یہ رسالہ مولانا اسمٰعیل غزنوی مرحوم کے رسالہ 'فیصلہ مکہ' کے جواب میں ہے۔ اس رسالہ کی تصنیف کا پس منظر آپ باب 'داخلی انتشار' میں پڑھ چکے ہیں۔

سلطان ابن سعود مرحوم کی کوششوں سے یہ نزاع ختم ہو گیا تھا۔ مگر مولانا حافظ عبداللہ روپڑی اور مولانا اسمٰعیل غزنوی نے اس نزاع کو ختم نہ کیا اور مولانا اسمٰعیل غزنوی

نے حجاز سے واپسی کے بعد "فیصلہ مکہ" کے نام سے ایک رسالہ لکھا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ ہمارا نزاع ختم نہیں ہوا۔

مولانا ثناء اللہ مرحوم نے فیصلہ مکہ کے جواب میں یہ رسالہ لکھا۔ اور ممتاز علمائے کرام سے فتوای حاصل کر کے اس میں شائع کیے۔ جن علمائے کرام نے فتوے دیئے ان کی تعداد ۷۶ ہے اور ان سب علمائے کرام نے مولانا ثناء اللہ مرحوم کی حمایت میں فتوے جاری کیے۔

مولانا ثناء اللہ کے استاد شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی (م ۱۳۲۹ھ) نے جو فتوای دیا۔ وہ یہ ہے۔

شیخ الہند مرحوم فرماتے ہیں!

"مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری نے جو قرآن مجید کی تفسیر عربی میں بنام "تفسیر القرآن بکلام الرحمان" لکھی ہے اور تفسیر کے مختلف طریقے ہیں اور جو طریقہ مولانا امرتسری نے اختیار کیا ہے وہ اس لائق ہے کہ اس کی تعریف و توصیف کی جائے۔ کیونکہ یہ ایک بے نظیر طریقہ ہے"۔[1]

(۵)

حجیّتِ حدیث اور اتباعِ رسول

یہ رسالہ ایک تحریری مناظرہ کی روئداد ہے۔ جو منکرین حدیث کی امرتسری پارٹی کے رہنما مولوی احمد الدین امرتسری سے ہوا۔ اس میں مولانا نے دلائل سے ثابت کیا۔ کہ حدیث نبوی حجت شرعی ہے اور اتباع رسول ہی سے نجات ہے۔ مولوی احمد الدین صاحب مولانا کے دلائل کو توڑ نہ سکے اور آخر انھوں نے سکوت اختیار کر لیا۔ یہ رسالہ بہترین علمی اور تحقیقی ہے۔

---

[1] تاریخ غزنوی کا فیصلہ ص

(۶)

خاکساری تحریک اور اس کا بانی

طبع اول ۱۹۳۹ء ۔ صفحات ۱۱۰

اس رسالہ میں خاکساری تحریک اور اس کے بانی علامہ عنایت اللہ المشرقی (م ۱۳۸۴ھ) کے مذہبی عقائد اور قرآنی تحریفات پر بحث کی گئی ہے ۔ اور ان کا مدلل جواب دیا گیا ہے ۔

یہ علمی مضمون پہلے اخبار اہلحدیث امرتسر میں ۲ر جون ۱۹۳۹ء تا ۶ر اکتوبر ۱۹۳۹ء تک چھپتا رہا ۔ بعد ازاں اس کو کتابی صورت میں شائع کیا گیا ۔

(۷)

نافہم مصنّف

طبع اول ۱۹۴۶ء صفحات ۲۰

مولانا حافظ عبد اللہ روپڑی (م ۱۳۸۴ھ) کا شمار ممتاز علمائے اہلحدیث میں ہوتا ہے ۔ فتاوی نویسی میں آپ کو خاص ملکہ حاصل تھا ۔ مسائل کی تحقیق و تدقیق میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے ۔ غزنوی امرتسری نزاع جو کہ ختم ہو گیا تھا ۔ یہ آپ ہی کو شرف حاصل ہے کہ ہم سال بعد اس کو دوبارہ زندہ کیا اور اس کو اتنی ہوا دی کہ معاملہ مرحوم سلطان عبد العزیز بن سعود والئ حرمین شریفین تک جا پہنچا ۔ اور اس نزاع کا جو اثر جماعت اہلحدیث پر ہوا وہ تاریخ کے صفحات میں موجود ہے ۔

مولانا حافظ عبد اللہ صاحب روپڑی نے جو پودا لگایا ۔ اس کی آبیاری آپ کے بھتیجے مولانا حافظ عبد القادر صاحب روپڑی ابھی تک کر رہے ہیں ۔ اور اس کا یہ نتیجہ ہوا ہے کہ جماعت اہلحدیث دو حصوں میں تقسیم ہو گئی ہے ۔ چونکہ زیادہ تر ذاتی نوعیت

کے اختلافات ہیں اس لیے صلح کے امکانات کم ہیں۔

مولانا ثناء اللہ صاحب مرحوم نے یہ رسالہ مولانا حافظ عبداللہ صاحب روپڑی کی تصانیف سے متعلق تحریر فرمایا ہے۔ اور اس میں آپ نے بدلائل ثابت کیا ہے کہ حضرت حافظ صاحب فن تصنیف سے نا آشنا ہیں۔ لہذا آپ کو کسی مشاق مصلح کی ضرورت ہے۔

(۸)

اتباع سلف

اپنے انداز سے اتباع سلف کے مفہوم کی وضاحت کی ہے۔

(۹)

خلافت محمدیہ

شیعوں کی تردید میں مدلل رسالہ شیعہ کتب سے خلافت شیخین (حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ) کا ثبوت

(۱۰)

الفوز العظیم

اقسام القرآن کا بیان اور ان کی حکمت و تشریح۔

نمبر ۸، ۹، ۱۰۔ یہ تینوں رسائل کوشش کے باوجود دستیاب نہیں ہو سکے۔ ان کا مختصر تعارف اشتہارات سے کرایا گیا ہے۔

باب ۱۷

عامۃ المسلمین اور اسلامی کتب

(۱)

اسلام اور برٹش لا

طبع اول ۱۹۰۱ء۔ طبع دوم ۱۹۰۵ء۔ طبع سوم ۱۹۲۳ء۔ صفحات ۴۸
طبع چہارم ۱۹۵۷ء (سرگودھا) صفحات ۶۴

اس رسالہ کا موضوع برطانوی اور اسلامی قانون کا موازنہ اور شرعی قوانین کی برتری ہے۔ نیز اس بات کا اثبات کہ دنیاوی قانون عمدہ تو کجا، شرعی قوانین کے مساوی بھی نہیں۔

یہ رسالہ تین ابواب پر منقسم ہے۔ باب اول فوجداری سے متعلق، باب دوم صیغہ دیوانی اور باب سوم صیغہ مال سے متعلق ہے۔ اور خاتمہ میں رعیت کا مختصر ذکر ہے۔ آخر میں یہ شعر ہے۔

حافظ وظیفہ تو دعا گفتن است و بس ۔۔۔ در بند آں مباش کہ نشنید یا شنید

(۲)

مسئلہ حجاز پر نظر

طبع اول ۱۹۲۵ء صفحات ۲۸

اس رسالہ میں مولانا ثناء اللہ نے حجاز کی مذہبی اور سیاسی حیثیت اور والیٔ نجد و حجاز سلطان عبدالعزیز بن سعود مرحوم کی مدافعت، نیز قبر پرستوں کی انجمن "حزب الاحناف" کے اعتراضات کا مدلل جواب دیا ہے۔

(۳)

سُلطان ابن مسعود، علی برادران اور مُؤتمر

طبع اول ۱۹۲۶ء صفحات ۲۴

حجاز میں قبے گرائے جانے پر علی برادران (مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی) سلطان ابن سعود کے مخالف ہو گئے تھے۔ سلطان نے حج کے موقع پر موتمر کا اجلاس بلایا جس میں برصغیر کے ممتاز علمائے کرام کو دعوت دی گئی۔ جن میں علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ (م ۱۳۷۳ھ) مولانا عبدالواحد غزنوی (م ۱۳۴۹ھ) اور مولانا ثناء اللہ امرتسری (م ۱۳۶۷ھ) بھی شامل تھے۔ موتمر کے اجلاس کی کارروائی اور تفصیل اس رسالہ میں پیش کی گئی ہے۔ یہ رسالہ لائق مطالعہ ہے۔ اور اس کا شمار آپ کی بہترین تصانیف میں ہوتا ہے۔

(۴)

تحریک وہابیت پر ایک نظر

طبع اول ۱۹۲۹ء صفحات ۲۴

اس رسالہ میں سلسلہ وہابیت اور اس کے شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی (م ۱۲۰۶ھ) کے

مختصر حالات اور مسئلہ قبہ جات پر علمائے احناف کے فتاویٰ درج کیے گئے ہیں جن علمائے کرام کے فتاویٰ درج کیے گئے ہیں ان میں چند مشہور علمائے کرام کے نام درجِ ذیل ہیں۔
مولانا رشید احمد گنگوہی (م ۱۳۲۳ھ) ۔ مولانا مفتی عزیز الرحمان دیوبندی (م ۱۳۴۷ھ)
مولانا اعزاز علی دیوبندی (م ۱۳۷۴ھ) ۔ مفتی کفایت اللہ دیوبندی (م ۱۳۷۲ھ) اور مولانا عتیق الرحمٰن عثمانی شامل ہیں۔

(۵)

خلافت و رسالت

طبع اول ۱۹۳۰ء ۔ صفحات ۲۰

شیعہ سنی میں مسئلہ خلافت عرصہ دراز سے متنازعہ فیہ چلا آ رہا ہے۔ قدیم زمانہ میں اس مسئلہ پر بڑی بڑی ضخیم کتابیں لکھی گئیں۔ مولانا نے اس رسالہ میں مسئلہ خلافت پر بحث کی ہے۔ اور ثابت کیا ہے کہ آپؐ کے انتقال کے بعد جس طرح خلافت قائم کی گئی ہے علیٰ منہاج النبوۃ تھی۔

(۶)

حیاتِ مسنونہ

طبع اول ۱۹۳۵ء ۔ صفحات ۱۶

اس رسالہ میں پاک زندگی حاصل کرنے کا طریق بتایا گیا ہے۔

مولانا فرماتے ہیں :

ارشاد ربانی ہے

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) تم مسلمانوں کے لیے جو اللہ اور دن قیامت کی امید رکھتے ہیں۔ بہترین نمونہ ہیں۔

اس لیے ہر مسلمان کو اپنی حیاتِ حیاتِ مسنونہ بنانا چاہیے اور سنت کی

پیروی کرنی چاہیئے۔

اور یہ رسالہ اسی غرض سے لکھا گیا ہے کہ پڑھنے والے اور اس پر عمل کرنے والے کی زندگی حیاتِ مسنونہ طیبہ ہو جائے۔

(۷)

شمع توحید

طبع اول ۱۹۳۰ء (امرتسر) صفحات ۵۲۔ طبع دوم ۱۹۵۰ء (سرگودھا) صفحات ۵۲

۴ر نومبر ۱۹۳۷ء کو مولانا ثناء اللہ پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ۱۹۳۷ء میں امرتسر کے بریلوی احناف نے یکم تا ۳ر نومبر "عرس امام ابوحنیفہ رح" کے نام سے ایک جلسہ میں علمائے احناف نے جماعت اہلحدیث کے خلاف عموماً اور مولانا ثناء اللہ مرحوم کے نام خصوصاً بڑی اشتعال انگریز تقاریر کیں۔

اس کے جواب میں جماعت اہل حدیث امرتسر نے ۴ر نومبر ۱۹۳۷ء کو مسجد مبارک کٹرہ مہان سنگھ میں ایک جلسہ منعقد کرنے کا فیصلہ کیا۔ اور مولانا ثناء اللہ صاحب اس جلسہ میں تقریر کرنے کے لیے تشریف لے گئے تو قمر بیگ نامی ایک شخص نے آپ پر ایک تیز دھار آلہ سے حملہ کیا۔ مولانا زخمی ہو کر گر پڑے۔ زخم کاری تھا۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے آپ کو شفائے کاملہ بخشی۔

جمعیت اہل حدیث امرتسر نے تجویز کیا کہ اس واقعہ کی یادگار میں ایک ایسا رسالہ لکھا جائے۔ جو ان عقائد فاسدہ کی تردید اور عقائد صحیحہ کی تعلیم پر مشتمل ہو۔ مولانا امرتسری نے یہ کام خود اپنے ذمہ لیا اور "شمع توحید" کے نام سے ایک رسالہ لکھا۔ اس رسالہ میں آپ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ طیبہ، آپؐ کی بشیریت اور استعانت اور اعانت من غیر اللہ پر سیر حاصل بحث کی ہے۔

یہ رسالہ (شمع توحید) اس حادثہ کی یادگار ہے۔[1]

---

[1] قمر بیگ جس نے آپ پر حملہ کیا تھا۔ جائے وقوعہ سے فرار ہو گیا اور آخر کلکتہ سے گرفتار کر کے

بقیہ حاشیہ ص ۱۶۱ پر

(۸)

نورِ توحید

طبع اول ۱۹۳۸ء صفحات ۹۶

شمع توحید کے جواب میں طائفہ غالیہ نے "پروانہ تقلید" کے نام سے ایک رسالہ لکھا مولانا ثناء اللہ مرحوم نے فوراً "نورِ توحید" کے نام سے اس کا جواب دیا اور اس میں مسئلہ توحید کی مزید وضاحت کی۔ مولانا فرماتے ہیں !

۱۔ عقیدہ توحید باری تعالیٰ جیسا قرآن مجید میں مذکور ہے۔ اس پر یقین رکھنا مسلمان کا فرض ہے۔

۲۔ شان رسالتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح قرآن مجید میں مذکور ہے اسی طرح اس پر یقین رکھنا ایمان ہے اور ان دونوں میں کمی بیشی کرنا کفر ہے

کلمہ اسلام ! لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اور مجمل جمع ہیں۔ ان کی تشریح قرآن مجید کے مختلف مقامات سے جو ملتی ہے اس کا مختصر یہ ہے۔

اللہ اپنی الوہیت میں وحدہٗ لاشریک ہے

اور

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ :۔ لایا گیا۔ عدالت نے اس کو چار سال قید با مشقت سنائی مولانا مرحوم نے اس ۴ سال قید کے دوران قمر بیگ کے بچوں کو خرچ بھیجا۔ قمر بیگ کو جب جیل میں یہ معلوم ہوا کہ میرے بچوں کی کفالت مولانا ثناء اللہ کر رہے ہیں تو بہت شرمندہ ہوا اور اپنے فعل پر افسوس کا اظہار کیا۔ قیام پاکستان کے بعد مولانا ثناء اللہ سرگودھا منتقل ہو گئے جہاں آپ نے ۱۵ مارچ ۱۹۴۸ء کو انتقال کیا۔ اور قمر بیگ بھی ہجرت کر کے پاکستان آگیا اور اس نے بھی سرگودھا میں سکونت اختیار کر لی۔ قمر بیگ اب بھی بقید حیات ہے اور روزانہ صبح کے وقت مولانا ثناء اللہ مرحوم کی قبر پر جا کر آپ کے لیے مغفرت کی دعا کرتا ہے (المنبر فیصل آباد)

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رسالت میں اعلیٰ
درجے پر ہیں۔

(۹)

خطاب بہ مودودی

طبع اول ۱۹۴۶ء امرتسر، صفحات ۴۴۔ طبع دوم ۱۹۵۶ء حیدر آباد دکن، صفحات ۴۴

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی (م ۱۳۹۹ھ) کی ذات محتاجِ تعارف نہیں۔ آپ ایک بین الاقوامی شخصیت تھے۔ عالمِ اسلام میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے تفہیم القرآن جیسی بلند پایہ تفسیر آپ کی بہترین تصنیف ہے۔

مولانا مودودی نے اپنے رسالہ "ترجمان القرآن" میں حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر کچھ شکوک و شبہات وارد کیے تھے۔ مولانا ثناء اللہ مرحوم نے پہلے اخبار اہل حدیث امرتسر میں (۱۴ ستمبر ۱۹۴۵ء تا ۳ نومبر ۱۹۴۵ء) مولانا مودودی کے اعتراضات کا جواب دیا۔ بعد میں یہ مضمون کتابی شکل میں "خطاب بہ مودودی" کے نام سے شائع کیا۔

شروع رسالہ میں مولانا فرماتے ہیں!

"مولانا مودودی کی نسبت ہمارا گمان غالب ہے کہ آپ سرسید احمد خاں یا مولوی عبد اللہ چکڑالوی کی طرح حدیث نبوی کے منکر نہیں ہیں۔ البتہ حدیث کے متعلق تحقیق کرتے ہوئے دور نکل جاتے ہیں اور آپ محدثین کا مسلک اور طریقہ تنقید چھوڑ کر دوسرا طریقہ اختیار کرتے ہیں۔"

اور خاتمہ اس شعر پر کرتے ہیں: ؎

آں کس کہ بقرآں و خبر زو نہ رہی
ایں است جوابش کہ جوابش نہ دہی

*****

باب ۱۸

علمی و ادبی تصانیف

۱۔ اسلامی تاریخ
۲۔ کلمہ طیبہ
۳۔ خصائل النبی
۴۔ السلام علیکم
۵۔ ہدایت الزوجین
۶۔ اربعین ثنائیہ
۷۔ رسوم اسلامیہ
۸۔ میل ملاپ
۹۔ قرآنی قاعدہ ثنائیہ
۱۰۔ مائتہ ثنائیہ
۱۱۔ شریعت و طریقت
۱۲۔ ادب العرب
۱۳۔ التعریفات النحویہ
۱۴۔ عزت کی زندگی
۱۵۔ ستامکم المسلمین

(۱)

اسلامی تاریخ

طبع اول ۱۸۹۹ء۔ طبع دوم ۱۹۰۰ء طبع سوم ۱۹۰۲ء۔ طبع چہارم ۱۹۰۳ء
طبع پنجم ۱۹۰۴ء صفحات ۳۲

اس رسالہ کا نام حکایات اسلامیہ المعروف اسلامی تاریخ ہے۔ اور اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات طیبہ بطور حکایات بچوں کے لیے لکھے گئے ہیں۔

مولانا فرماتے ہیں:

"یہ کتاب میں نے اس لیے لکھی ہے کہ خردسال مسلمان بچے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ سے مستفید ہوں۔"

اس کتاب کے عنوانات یہ ہیں:

پیدائش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ ہجرت حبشہ۔ شق القمر۔ جنگ بدر۔ جنگ اُحد

جنگ احزاب۔ صلح حدیبیہ۔ فتح مکہ۔ جنگ خیبر۔ جنگ صفین۔

یہ تمام واقعات بطرز حکایات درج کتاب کیے ہیں۔

مولانا فرماتے ہیں!

"اہل اسلام سے امید کامل ہے کہ اس کتاب کو محض حکایت کے لحاظ سے نہ خریدیں گے بلکہ اس کے نتائج حسنہ کے لحاظ سے نہ صرف خود بلکہ اپنے احباب کو بھی اس کی طرف متوجہ کر کے منشائے حدیث شریف الدال علی الخیر کفاعلہ اجر عظیم کے مستحق ہو کر راقم آثم کے حق میں دعاگو ہوں گے" [۱]

(۳)

کلمہ طیبہ

طبع اول ۱۹۰۴ء صفحات ۲۴

اس رسالہ میں کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تفصیل و تشریح درج ہے۔

مولانا فرماتے ہیں!

ہر ایک مضمون کا ایک عنوان ہوتا ہے۔ اسلام کا یہی عنوان ہے۔ جو کل اسلامی فرقوں میں مسلم ہے یعنی

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ضروری ہے کہ ہر مسلمان اس عنوان سے واقف ہو اور اس کا اعتقاد اسی پر مضبوط ہو جائے۔

یہ دونوں مضمون ہم نے اس رسالہ میں جمع کر دیئے ہیں

۱؎ [illegible] نسخہ طبع پنجم ص ۲

صفحہ آخر پر مولانا فرماتے ہیں : ؎

محمد عربی کابروئے ہر دو سرا است
کسے کہ خاک درش نیست خاک سر براہ

مسلمان بھائیو !

مختصر رسالے سے نتائج بہت ہیں۔ داناؤں کے لیے اس قدر کافی ہیں تفصیل سے کلمہ شریف لا الٰہ الا اللہ کی تفسیر دیکھنا ہو تو مولانا شاہ اسمٰعیل شہید دہلوی کی کتاب "تقویۃ الایمان" دیکھو اور کلمہ طیبہ کے دوسرے حصے "محمد رسول اللہ" کی تفسیر چاہو تو اس کے ساتھ رسالہ تذکیر الاخوان پڑھو۔ [1]

(۳)

خصائل النبی ؐ

طبع اوّل بسنہ ۱۸۹۹ء ۔ طبع دوم بسنہ ۱۹۰۳ء ۔ طبع سوم : سنہ ۱۹۰۵ء
طبع چہارم سنہ ۱۹۱۰ء ۔ طبع پنجم سنہ ۱۹۱۵ء ۔ طبع ششم سنہ ۱۹۱۹ء
طبع ہفتم سنہ ۱۹۲۲ء (صفحات ۲۴)

یہ رسالہ شمائل ترمذی از امام ابو عیسیٰ ترمذی (م سنہ ۲۷۹ھ) کا مختصر ترجمہ ہے جس میں مسلمان بچوں کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روزانہ عادات مبارکہ بتائے گئے ہیں۔ یعنی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قد مبارک، صورت منورہ کا بیان، آپ کی مہر نبوت کا بیان۔ سرمہ لگانے، لباس، نعلین، انگوٹھی، رفتار کا بیان۔ کھانا کھانے کا طریقہ تواضع، انکساری، خلق اور آپ کی وفات کا حال بیان کیا گیا ہے۔

---

[1] کلمہ طیبہ ص ۲۴

صفحہ آخر پر مولانا فرماتے ہیں !

"پیارے عزیزو! اخلاق کے لکھنے اور پڑھنے سے یہی غرض ہے کہ ان پر عمل ہو۔ صرف زبانی طوطے کی طرح پڑھ لینے سے فائدہ نہیں! بزرگوں کا قول یاد کرو! ؎

علم چندانکہ بیشتر خوانی
چوں عمل در تو نیست نادانی" [1]

(۴)

السّلام علیکم

طبع اوّل ۱۹۰۸ء ۔ طبع دوم ۱۹۱۳ء ۔ طبع سوم ۱۹۱۵ء
طبع چہارم ۱۹۱۹ء ۔ طبع پنجم ۱۹۲۱ء ۔ طبع ششم ۱۹۲۳ء صفحات ۱۶

اس رسالہ میں اسلامی السّلام علیکم اور دیگر مذاہب کے سلاموں سے مقابلہ کیا گیا ہے ۔ یہ رسالہ تین ابواب پر مشتمل ہے ۔

باب اوّل میں السلام علیکم کی فضیلت اور اس کی تاکید حدیث نبوی سے ثابت کی گئی ہے اور باب دوم میں دیگر مذاہب کے سلاموں سے مقابلہ کیا گیا ہے اور باب سوم میں السلام علیکم کے معنی اور اس کے کہنے کے طریق کی وضاحت کی گئی ہے ۔

(۵)

ہدایت الزوجین

طبع اوّل ۱۹۳۰ء ۔ صفحات ۱۶

اس رسالہ میں خاوند بیوی کے حقوق اور نکاح طلاق وغیرہ کے مسائل بیان کئے گئے ہیں ۔

---

[1] خصائل النبی طبع ہفتم ص ۲۴

اربعین ثنائیہ

وعن ابی الدرداء قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما حد العلم الذی اذا بلغہ کان فقیہا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حفظ علی امتی اربعین حدیثا فی امر دینہا بعثہ اللہ فقیہا وکنت لہ یوم القیامۃ شافعاً وشہیداً [۱]

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔ فقیہہ کے لیے کس قدر علم کی ضرورت ہے۔ آپ نے فرمایا! جو شخص دینی مسائل میں چالیس احادیث میری امت سے حفظ کرے۔ اللہ تعالیٰ اس کو فقیہہ بنائے گا۔ میں قیامت کے دن اس کے لیے شفاعت کروں گا۔ اور شہادت بھی دوں گا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کے تحت اکثر محدثین کرام نے چالیس حدیثوں کے مجموعے مرتب کرنے کی جانب اعتنا کیا ہے۔ اور اس نوعیت پر بے شمار اربعینیات مرتب کی گئیں۔ اربعینیات بھی کتب حدیث کی ایک قسم ہے۔

مختلف علمائے کرام نے مختلف اغراض و مقاصد کے تحت اربعینیات مرتب کی ہیں۔ بعض نے توحید و صفات الٰہی کی چالیس حدیثوں کو جمع کیا بعض نے اصول و مہات دین کی روائتیں اکٹھی کیں۔ بعض نے جہاد کی۔ بعض نے زہد و مواعظ اور بعض نے آداب و اخلاق اور فضائل اعمال وغیرہ کی چالیس حدیثیں جمع کیں۔

شیخ الاسلام امام نووی (م ۶۷۶ھ) نے جو اربعین مرتب کی اس میں مندرجہ بالا تمام امور کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

مولانا ثناء اللہ مرحوم نے بھی "اربعین ثنائیہ" کے نام سے ایک اربعین مرتب کی۔

---

[۱] مشکوٰۃ المصابیح ج ۱ ص ۳۶

مولانا فرماتے ہیں :

حدیث شریف میں ہے۔ میری امت میں سے جو شخص چالیس حدیثیں یاد کرے گا۔ وہ امت کے فقہاء میں اُٹھے گا۔ اس لیے علمائے سلف نے مسلمانوں کی آسانی کے لیے مختلف اربعین بنائیں۔ ان علماء کی اقتداء میں میرا بھی عرصہ سے خیال تھا۔ خدا نے اس کا سبب بنا یا کہ ایڈیٹر صاحب اخبار سیاست لاہور نے اپنے اخبار کا خاص نمبر رحمۃ للعالمین، نکالنے کا اعلان کیا اور مجھ سے خواہش کی کہ میں ان کے پرچے کے لیے چند احادیث جمع کردوں۔ چنانچہ میں نے چالیس حدیثیں جمع کرکے بھیج دیں۔

بعد ازاں اس کو کتابی شکل میں 'اربعین ثنائیہ' کے نام سے ہدیہ ناظرین کیا۔

مولانا نے اپنی یہ 'اربعین' امام نووی کی 'اربعین' کی طرز پر مرتب کی 'اربعین ثنائیہ' میں جن کتب حدیث سے حدیثیں لی گئی ہیں ان کی تفصیل یہ ہے۔

بخاری و مسلم ۱۲ ، صحیح بخاری ۳ ، صحیح مسلم ٦ ، سنن ابی داود ۱

جامع ترمذی ۸ ، موطا امام مالک ۲ ، سنن دارمی ۱ ، سنن بیہقی ۱

شرح السنۃ ۱ ، مسند احمد ۲ ، بغیر حوالہ کتاب ۳ ، میزان ۴۰ [1]

(۷)

میل ملاپ

معاشرتی آداب اور اتفاق کا سبق دینے والا رسالہ

(۸)

قرآنی قاعدہ ثنائیہ

قاعدہ بغدادی کی طرز پر

---

[1] یہ کتاب میری نظر سے نہیں گزری مولانا محمد داؤد راز دہلوی رم ۱۴۰۲ھ نے حیات ثنائی ص ۱۴۸ تا ۱۵۰ میں اس کا ذکر کیا ہے

(۹)

مائتہ ثنائیہ

ایک سو احادیث کا ترجمہ و تشریح، ان احادیث کا تعلق زیادہ تر معاشرہ، معاملات اور اخلاق و آداب سے ہے۔

(۱۰)

شریعت و طریقت

مروجہ تصوف کی اصطلاحوں کی حقیقت

(۱۱)

ادب العرب

صرف و نحو عربی کو ایسی آسان طرز پر لکھ دیا ہے کہ اردو خوان بھی بلا استاد مطلب سمجھ لے اور کامیاب ہو سکے۔ اس رسالہ کو جید علمائے کرام نے پسند فرمایا۔[1]

(۱۲)

التعریفات النحویہ

نحوی اصطلاحات کی تشریح ہے

---

[1] اشتہار صفحہ آخر تقلید شخصی و سلفی طبع اول ۱۹۲۲ء

(۱۳)

رسوم اسلامیہ

طبع اول ۱۹۰۷ء ۔ طبع ثانی ۱۹۷۷ء ۔ طبع ثالث ۱۹۷۸ء صفحات ۳۲

رسومات قبیحہ بیاہ شادی کی تردید اور اتباع سنت نبویہ کی اہمیت

(۱۴)

عزّت کی زندگی

وہ احکام جن کی تعمیل سے عزت کی زندگی حاصل ہو

(۱۵)

سمّاکم المسلمین

مسلمانوں میں فرقہ بندیوں کی تردید[۱]

ہ ہ ہ ہ ہ ہ

---

[۱] نمبر ۸ تا ۱۵ کتب مجھے دستیاب نہیں ہو سکیں ۔ ان کا تعارف مولانا کی دوسری کتابوں کے صفحہ آخر کے اشتہارات سے پیش کیا گیا ہے

(مشتہر صفحہ آخر فقہ اور فقیہ طبع اول ۱۹۲۵ء)

باب ۱۹

مولانا ثناء اللہ کی بہترین تصانیف

یوں تو مولانا کی کل تصانیف معتبر یا علم الہدیٰ کا درجہ رکھتی ہیں۔ اور آپ نے جن موضوع پر بھی قلم اٹھایا۔ اس میں آپ نے تحقیق کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ آپ کی جملہ تصانیف علمائے کرام اور طلباء کے لیے مشعل راہ ہیں۔ تاہم آپ کی جو تصانیف درجہ اولیٰ رکھتی ہیں، وہ یہ ہیں :

تفسیر ثنائی اُردو ۔ تفسیر القرآن بکلام الرحمان عربی ۔ بیان الفرقان علی علم البیان عربی تفسیر بالرائے اُردو ۔ تقابل ثلاثہ ۔ جوابات نصاریٰ ۔ اسلام اور مسیحیت ۔ حق پرکاش ترک اسلام ۔ تعلیب اسلام ۔ تبر اسلام ۔ الہامی کتب ۔ مقدس رسول ثنائی پاکٹ بک ۔ اصولِ آریہ ۔ الہامات مرزا ۔ چیستان مرزا ۔ تاریخ مرزا شہادات مرزا ۔ نکاتِ مرزا ۔ محمد قادیانی ۔ تعلیمات مرزا ۔ علم کلام مرزا بطش قدیر بر قادیانی تفسیر کبیر ۔ حدیث نبوی اور تقلید شخصی ۔ علم الفقہ تقلید شخصی اور سلفی ۔ فقہ اور فقیہہ ۔ اجتہاد و تقلید ۔ تنقید تقلید ۔ اصول الفقہ (عربی) اہلحدیث کا مذہب ۔ حجیت حدیث اور اتباع رسول ۔ خاکساری تحریک اور اس کا بانی خلافت محمدیہ ۔ اسلام اور برٹش لاء ۔ مسئلہ حجاز پر نظر ۔ سلطان ابن سعود ۔ علی برادران اور موتمر ۔ تحریک وہابیت پر ایک نظر ۔ خلافت و رسالت ۔ شمع توحید نور توحید ۔ خطاب بہ مودودی ۔ اسلامی تاریخ ۔ کلمہ طیبہ ۔ ہدایت الزوجین ۔ اربعین ثنائیہ ادب العرب ۔ السلام علیکم ۔ متاکم المسلمین ۔

ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ

باب ۲

فہرست تصانیف

بہ ترتیب سن اشاعت طبع اول

پچھلے اوراق میں اس کی صراحت کر چکا ہوں کہ مولانا کی ہر کتاب کتنی بار طبع ہوئی۔ یہاں بہ ترتیب سن اشاعت کی تفصیل پیش خدمت ہے اور صرف طبع اول کا سن اشاعت درج کیا گیا ہے۔

نمبر شمار	نام کتاب	سن اشاعت	نمبر شمار	نام کتاب	سن اشاعت
۱	تفسیر ثنائی جلد اول	۱۸۹۵ء	۱۳	حدوث دنیا	۱۹۰۲ء
۲	الہامی کتاب	۱۸۹۸ء	۱۴	تفسیر ثنائی جلد دوم	۱۹۰۲ء
۳	بحث تناسخ	۱۸۹۹ء	۱۵	تفسیر القرآن بکلام الرحمان عربی	۱۹۰۳ء
۴	اہلحدیث کا مذہب	۱۸۹۹ء	۱۶	کتاب الرحمان	۱۹۰۳ء
۵	اسلامی تاریخ	۱۸۹۹ء	۱۷	ترکِ اسلام	۱۹۰۳ء
۶	خصائل النبی	۱۸۹۹ء	۱۸	حدوث وید	۱۹۰۳ء
۷	حق پرکاش	۱۹۰۰ء	۱۹	مباحثہ دیوبند	۱۹۰۳ء
۸	نماز اربعہ	۱۹۰۰ء	۲۰	آیات متشابہات	۱۹۰۴ء
۹	تقابل ثلاثہ	۱۹۰۱ء	۲۱	شادی بیوگان اور نیوگ	۱۹۰۴ء
۱۰	الہاماتِ مرزا	۱۹۰۱ء	۲۲	الہام	۱۹۰۴ء
۱۱	ہفوات مرزا	۱۹۰۱ء	۲۳	الرکوب السفینہ فی مباحثہ نگینہ	۱۹۰۴ء
۱۲	اسلام اور برٹش لا	۱۹۰۱ء	۲۴	الکلام المبین فی جواب الاربعین	۱۹۰۴ء

نمبر شمار	نام کتاب	سن اشاعت
۲۵	سوامی دیانند کا علم و عقل	۱۹۰۵ء
۲۶	تغلیب الاسلام جلد اول تا جلد سوم	۱۹۰۵ء
۲۷	فتوحات اہلحدیث	۱۹۰۵ء
۲۸	فیصلہ آرہ	۱۹۰۵ء
۲۹	تفسیر ثنائی جلد سوم	۱۹۰۵ء
۳۰	تغلیب الاسلام جلد چہارم	۱۹۰۶ء
۳۱	دلیل الفرقان بجواب اہل القرآن	۱۹۰۶ء
۳۲	القرآن العظیم	۱۹۰۷ء
۳۳	رسوم اسلامیہ	۱۹۰۷ء
۳۴	مرقع دیانندی	۱۹۰۸ء
۳۵	السلام علیکم	۱۹۰۸ء
۳۶	رجم الشیاطین بجواب اساطیر الاولین	۱۹۰۹ء
۳۷	صحیفہ محبوبیہ	۱۹۰۹ء
۳۸	حدیث نبوی و تقلید شخصی	۱۹۰۹ء
۳۹	تبر اسلام	۱۹۰۹ء
۴۰	ثمراتِ تناسخ	۱۹۱۰ء
۴۱	جہاد وید	۱۹۱۱ء
۴۲	فاتح قادیان	۱۹۱۲ء
۴۳	آفتہ اللہ	۱۹۱۲ء
۴۴	علم الفقہ	۱۹۱۳ء
۴۵	توحید، تثلیث اور راہ نجات	۱۹۱[illegible]ء
۴۶	کلمہ طیبہ	۱۹۱[illegible]
۴۷	فتح ربانی در مباحثہ قادیانی	۱۹۱۶ء
۴۸	عقائد مرزا	۱۹۱۶ء
۴۹	اسلام اور اہلحدیث	۱۹۱۶ء
۵۰	فتح اسلام یعنی مناظرہ خورجہ	۱۹۱۷ء
۵۱	مرقع قادیانی	۱۹۱۷ء
۵۲	چیستان مرزا	۱۹۱۷ء
۵۳	مرزا قادیاں	۱۹۱۸ء
۵۴	فتح نکاح مرزائیاں	۱۹۱۸ء
۵۵	اجتہاد و تقلید	۱۹۱۸ء
۵۶	تفسیر ثنائی جلد چہارم	۱۹۱۹ء
۵۷	تاریخ مرزا	۱۹۱۹ء
۵۸	نکاح مرزا	۱۹۱۹ء
۵۹	تفسیر ثنائی جلد پنجم	۱۹۲۱ء
۶۰	شاہ انگلستان اور مرزائے قادیاں	۱۹۲۱ء
۶۱	تقلید شخصی اور سلفی	۱۹۲۱ء
۶۲	آمین رفع الیدین	۱۹۲۱ء
۶۳	فاتحہ خلف الامام	۱۹۲۱ء
۶۴	تکذیب المفکرین	۱۹۲۲ء
۶۵	تفسیر ثنائی جلد ششم	۱۹۲۲ء
۶۶	عجائبات مرزا	۱۹۲۲ء
۶۷	محمد رشی	۱۹۲۳ء
۶۸	ثنائی مباحثہ دکن	۱۹۲۳ء

نمبر شمار	نام کتاب	سن اشاعت
۶۹ -	شہاداتِ مرزا	۱۹۲۳ء
۷۰ -	مقدس رسول	۱۹۲۴ء
۷۱ -	ثنائی پاکٹ بک	۱۹۲۴ء
۷۲ -	تفسیر ثنائی جلد ہفتم	۱۹۲۵ء
۷۳ -	نکاح آریہ	۱۹۲۵ء
۷۴ -	فقہ اور فقیہہ	۱۹۲۵ء
۷۵ -	مسئلہ حجاز پر نظر	۱۹۲۶ء
۷۶ -	باعث سرور در مباحثہ جبل پور	۱۹۲۶ء
۷۷ -	امرتسری غزنوی نزاع کا فیصلہ	۱۹۲۶ء
۷۸ -	اصولِ آریہ	۱۹۲۶ء
۷۹ -	نکاتِ مرزا	۱۹۲۶ء
۸۰ -	اصل حنفیت اور تقلید شخصی	۱۹۲۶ء
۸۱ -	سلطان ابن سعود، علی برادران اور موتمر	۱۹۲۶ء
۸۲ -	ہندوستان کے دو ریفارمر	۱۹۲۷ء
۸۳ -	تنقید تقلید	۱۹۲۷ء
۸۴ -	محمد قادیانی	۱۹۲۸ء
۸۵ -	شمع توحید	۱۹۲۸ء
۸۶ -	مراق مرزا	۱۹۲۹ء
۸۷ -	حجیت حدیث اور اتباع رسول	۱۹۲۹ء
۸۸ -	جواباتِ نصاریٰ	۱۹۳۰ء
۸۹ -	تعلیماتِ مرزا	۱۹۳۰ء
۹۰ -	خلافت رسالت	۱۹۳۰ء
۹۱ -	ہدایت الزوجین	۱۹۳۰ء
۹۲ -	فیصلہ مرزا	۱۹۳۱ء
۹۳ -	تفسیر ثنائی جلد ہشتم	۱۹۳۱ء
۹۴ -	تفسیر نویسی کا چیلنج اور فرار	۱۹۳۱ء
۹۵ -	اقتدائے اہلحدیث	۱۹۳۱ء
۹۶ -	علم کلامِ مرزا	۱۹۳۲ء
۹۷ -	بہاء اللہ اور مرزا	۱۹۳۳ء
۹۸ -	بیان القرآن علیٰ علم البیان (عربی)	۱۹۳۴ء
۹۹ -	مناظرہ الہ آباد	۱۹۳۴ء
۱۰۰ -	عشرہ کاملہ	۱۹۳۴ء
۱۰۱ -	حیاتِ مسنونہ	۱۹۳۵ء
۱۰۲ -	اصول الفقہ (عربی)	۱۹۳۷ء
۱۰۳ -	تحفہ احمدیہ	۱۹۳۷ء
۱۰۴ -	نور توحید	۱۹۳۸ء
۱۰۵ -	تفسیر بالرائے اردو	۱۹۳۹ء
۱۰۶ -	خاکساری تحریک اور اس کا بانی	۱۹۳۹ء
۱۰۷ -	تحریک وہابیت پر ایک نظر	۱۹۳۹ء
۱۰۸ -	مکالمہ احمدیہ	۱۹۳۹ء
۱۰۹ -	اسلام اور مسیحیت	۱۹۴۱ء
۱۱۰ -	بطشِ قدیر بر قادیانی تفسیر کبیر	۱۹۴۱ء
۱۱۱ -	لیکھرام اور مرزا	۱۹۴۲ء
۱۱۲ -	تحریف آریہ	۱۹۴۳ء

نمبر شمار	نام کتاب	سن اشاعت
۱۱۲	تحریف آریہ	۱۹۴۳ء
۱۱۳	ناقابل مصنف مرزا	۱۹۴۳ء
۱۱۴	محمود مصلح موعود	۱۹۴۴ء
۱۱۵	تفسیر سورہ یوسف اور تحریفات بائبل	۱۹۴۴ء
۱۱۶	نافہم مصنف	۱۹۴۶ء
۱۱۷	خطاب بہ مودودی	۱۹۴۶ء

درج ذیل کتب جو دستیاب نہیں ہو سکیں۔ ان کا مختصر تعارف اشتہارات سے پیش کیا گیا ہے۔ ان کی تفصیل یہ ہے۔

نمبر شمار	نام کتاب
۱۱۸	مجموعہ رسائل متعلقہ بوید و قرآن
۱۱۹	تعلیم الاسلام
۱۲۰	رسائل اعجازیہ
۱۲۱	اتباع سلف
۱۲۲	تحفہ مرزائیہ
۱۲۳	خلافت محمدیہ
۱۲۴	الفوز العظیم
۱۲۵	اربعین ثنائیہ
۱۲۶	میل ملاپ
۱۲۷	قرآنی قاعدہ ثنائیہ
۱۲۸	مائتہ ثنائیہ
۱۲۹	شریعت و طریقت
۱۳۰	ادب العرب
۱۳۱	التعریفات النحویہ
۱۳۲	عزت کی زندگی
۱۳۳	سماکم المسلمین

باب ۲۱

ماخذ و مراجع

اس کتاب کی تیاری میں درج ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔ سب سے بڑا ماخذ آپ کا اخبار اہلحدیث اور آپ کی تصنیفات ہیں تاہم ان کے علاوہ جن کتب سے استفادہ کیا گیا ہے ان کی فہرست حسبِ ذیل ہے۔

۱۔ تفسیر روح المعانی علامہ محمود آلوسی رح — مطبوعہ ملتان

۲۔ اکسیر فی اصول التفسیر مولانا سید نواب صدیق حسن قنوجی رح — مطبوعہ بھوپال

۳۔ حیات شبلی مولانا سید سلیمان ندوی رح — مطبوعہ اعظم گڑھ

۴۔ یادِ رفتگان مولانا سید سلیمان ندوی رح — مطبوعہ کراچی

۵۔ اسلامی علوم و فنون ہندوستان میں مولانا حکیم سید عبدالحی حسنی رح — مطبوعہ اعظم گڑھ

۶۔ ذکر آزاد مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی رح — مطبوعہ دہلی

۷۔ سیرت ثنائی مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی رح — مطبوعہ لاہور

۔ جائزہ تراجم قرآنی — مطبوعہ دہلی

۹۔ ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات مولانا ابویحییٰ امام خاں نوشہروی مطبوعہ لاہور

۱۰۔ حیات ثنائی مولانا محمد داؤد راز دہلوی رح — مطبوعہ دہلی

۱۱۔ تحریک ختم نبوت شورش کاشمیری رح — مطبوعہ لاہور

۱۲۔ فتنہ قادیانیت مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری — مطبوعہ بنارس

۱۳۔ مصنفات مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری رح — مطبوعہ امرتسر

۱۴۔ اخبار اہلحدیث امرتسر — مطبوعہ امرتسر

۱۵۔ ماہنامہ معارف اعظم گڑھ — مطبوعہ اعظم گڑھ

۱۶۔ اخبار الاعتصام لاہور — مطبوعہ لاہور